ماہنامہ

احیائے صوفیہ کا علمبردار

نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۳۱
31
جولائی ۱۹۹۷

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

۱۴۱۰

احیائے تصوف کا علمبردار اور اتحاد بین المسلمین کا نقیب

ماہنامہ نوائے صوفیہ انٹرنیشنل

بانی ڈاکٹر غازی محمد نعیم

شمارہ نمبر ۳۱ — قیمت بارہ روپے — جولائی ۱۹۹۷ء

مدیر و ناشر:

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

کمپوزر:

رنگو کمپوزر، سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

بدل اشتراک زر سالانہ

پاکستان	144/- روپے سالانہ
کویت	600/- روپے سالانہ
متحدہ عرب امارات	600/- روپے سالانہ
انڈیا	400/- روپے سالانہ
یورپ	600/- روپے سالانہ

خط و کتابت اور مضامین بھیجنے کا پتہ:

مکان نمبر D-1021

سیٹلائٹ ٹاؤن

سید پور روڈ،

راولپنڈی پاکستان

منی آرڈر، ڈرافٹ اور رجسٹری بھیجنے کا پتہ:

فلیٹ نمبر 7 ، بلاک نمبر 14 ،

کینگری IV ، آئی ایٹ ون،

اسلام آباد پاکستان

فہرست مضامین

ماہنامہ نوائے صوفیہ کا اکاؤنٹ نمبر

ACCOUNT NO. 17738

UBL SECRETARIAT BRANCH ISLAMABAD

PAKISTAN

ایڈیٹر اینڈ پبلشر محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 - 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A-358 ، سیکٹر I-1/6-G ، اسلام آباد سے شائع کیا۔

آخری نبی

ڈاکٹر قاضی محمد نعیم

ربیع الاول کا مبارک مہینہ رحمت اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کا ہے جو خاتم النبیین ہیں ۔آپ بنی نوع انسان کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کا کامل ترین دین یعنی دین اسلام لے کر آئے اور جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کسی اور نبی کا آنا بعید از امکان ہے وہاں آپ پر نازل شدہ کتاب آسمانی یعنی قرآن مجید فرقان حمید کے بعد کسی اور کتاب کا نازل ہونا بھی ناممکن ہے ساتھ ہی دین اسلام کے بعد کسی اور دین کا آنا بھی قرین قیاس نہیں ہے ۔ کیونکہ ان امور کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب قرآن مجید میں دو ٹوک اعلانات فرمائے ہیں ۔

ماکان محمداًاباا حد من کمو لکن الرسول اللہ و خاتم النبیین

الیوم اکملت لکم دینکم ---------- و رضیت لکم الاسلام دیناً

بادی النظر میں یہ محض دو اعلانات ہیں لیکن ان کے مضمرات ژرف نگاہی کے متقاضی ہیں ۔ کیونکہ ایک ایسے شخص کے فہم میں جو ان ارشادات خداوندی کی حقیقی روح سے ناآشنا ہوں ان اعلانات کا سیدھا سادا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ نعوذ باللہ تاریخ انسانی کے ایک خاص دور تک خدا کو معاملات انسانی سے اتنی زیادہ دلچسپی رہی کہ عالم انسانیت کی ہدایت اور رہبری کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے گئے اور ان میں سے بعض پر آسمانی کتابیں اور صحیفے بھی وقتاً فوقتاً اتارے گئے ہیں ۔ لیکن ایک خاص زمانے کے بعد گویا خدا انسانوں کے معاملات سے یکسر لاتعلق ہو گیا اور اور اپنا آخری نبی اور آخری کتاب بھیجنے کے بعد کمال بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بنی نوع انسان کی رشد و ہدایت کا مزید سلسلہ ہی منقطع کر دیا ۔ اور خاص طور پر ایسے زمانے میں انسان آسمانی رہبری سے محروم ہو گیا جب ساری دنیا میں کفر و شرک کی قوتیں اپنے عروج پر ہیں اور اپنی مادی ترقی ، اور معاشی اور عسکری برتری کی بنیاد پر وہ دیگر نوع انسانی پر جن میں اہل اسلام اور اہل ایمان کی ایک کثیر تعداد بھی شامل ہیں مکمل غلبہ حاصل کر چکی ہیں ۔ سطحی نظر سے دیکھنے والا اس عجیب تضاد کو دیکھ کر سر بگریباں رہ جاتا ہے ۔

لیکن اہل فکر کے لئے اس حقیقت کی حقانیت کا ادراک چنداں مشکل نہیں ہے ۔ کیونکہ اہل فکر دین و مذہب کو بھی ارتقائی تناظر میں دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں ۔ تاریخ مذاہب پر غور کرنے سے معلوم ہو گا کہ آدم علیہ السلام سے خاتم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جتنے بھی پیغمبر اور نبی آئے انہوں نے بنیادی طور پر تو ایک ہی عقیدے کا پرچار کیا یعنی خدائے لم یزل کو وحدہ لاشریک ماننا، اس کے نبیوں، کتابوں، فرشتوں اور یوم قیامت پر یقین رکھنا ۔ لیکن شریعت کی تفصیلات کے نفاذ میں ایک ارتقائی روح کی کارفرمائی رہی ہے چنانچہ بہت سے امور جو ایک نبی کی شریعت میں حرام تھے وہ بعد میں آنے والے نبی کی شریعت میں حلال قرار پائے ہیں اور علی ہذا القیاس کئی حلال چیزوں کی حرمت کا حکم ہوا ہے ۔ یہ ارتقا انسانوں کے ذہنی ارتقاء کے موافق ہوتا رہا ہے ۔ علاوہ ازیں ارتقائی لحاظ سے کمتر درجہ پر موجود انسانی نسلوں اور قوموں کے لئے ہر بات اس لئے کسی آسمانی وسیلے سے سکھانا ضروری تھا کہ اپنی کم ترقی یافتہ عقل و فراست کے باعث وہ خود غور و فکر کی صلاحیتوں سے کماحقہ بہرہ ور نہیں ہوتی تھیں اور ان آسمانی احکامات اور تعلیمات کے نفاذ کے لئے جو بنی نوع انسان کے اپنے دنیوی اور اخروی مفاد میں ہوتی تھیں بسا اوقات جبر و اکراہ اور تادیبی کارروائیوں کی بھی ضرورت ہوتی تھی ۔

لیکن جب نسل انسانی ذہنی اور جذباتی لحاظ سے منزل بلوغت کو پہنچ گیا تو جس طرح والدین اپنے جوان بیٹوں کی جا بے جا روک ٹوک سے احتراز کرتے ہیں اسی طرح خالق حقیقی نے

بھی ایک ابدی اٹل اور سرمدی قوانین کا ایک مجموعہ ایک کامل ترین انسان کی عملی مثالوں کے ساتھ بھیج کر اس کے بعد تا قیام قیامت انسانوں کا معاملہ ان کے اپنے اجتماعی اور انفرادی ضمیر کے حوالے کر دیا اور اس اجتماعی اور انفرادی ضمیر کی تربیت کا فریضہ علمائے اسلام کے حوالے کر دیا۔

نوع انسانی چاہے جس قدر ترقی اور ارتقاء کی منزلیں طے کرے وہ نبی آخر زمان حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عروج کا عشیر عشیر بھی حاصل نہیں کر سکتی۔ نہ صرف روحانی دنیا میں بلکہ دنیا کے معاشی، معاشرتی، سیاسی، عسکری اور اخلاقی اور دیگر معاملات میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارتقائی انسانی کی آخری منزل پر فائز ہو چکے ہیں اور آپ کے بعد جس طرح کسی نئے رسول کے آنے کی گنجائش نہیں ہے اسی طرح کسی بہتر انسان کامل کے آنے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ چنانچہ نوع انسانیت قیام قیامت تک آپ کی سیرت کی خوشہ چینی کرتی رہے گی۔ اس بات کو واضح کرنے کے لئے صرف مادی عروج کی مثال لیجئے۔ امریکی ٹیلی ویژن کی تازہ ترین خبر کے مطابق سائنسدان مریخ کی جغرافیائی ساخت کے متعلق تحقیقات کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن دوسری طرف چودہ سو سال پہلے تمام مادی وسائل کی عدم دستیابی کے باوجود اللہ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاب قوسین اوادنیٰ کی منزل تک رسائی پا چکے ہیں۔ معراج مصطفوی کو حکیم الامت نے انسانوں کی مادی ترقی کے لئے ایک سبق قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ سے مجھے
کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

جہاں تک اخلاقی ترقی کا تعلق ہے بدقسمتی سے گزشتہ چودہ سو سالوں میں انسانوں نے محض ترقی معکوس کا سفر طے کیا ہے۔ آج دنیا میں انسانی حقوق کے سب سے بڑے علمبردار امریکا میں اخلاقی زبوں حالی کا یہ حال ہے کہ خونی رشتوں کے تقدس کو بھی نہایت بے حیائی اور ڈھٹائی سے پامال کیا جا رہا ہے۔ خاندانی نظام بری طرح سے شکست و ریخت کا شکار ہو چکا ہے اور سخت ترین قوانین کے نافذ العمل ہونے کے باوجود اخلاقی برائیوں کا گراف ہر لمحہ بڑھتا جاتا ہے۔

اسی طرح سیاسی اور معاشی میدانوں میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قائم کردہ اخلاقی معیارات سے دنیا بدرجہا پیچھے ہے اور جمہوری اقدار کے فروغ کے باوجود ہوس زر کے پجاریوں نے انسانوں کی زندگی مجموعی طور پر اجیرن بنا رکھی ہے۔ اور دنیا کے ان ایک آدھ ملکوں میں بھی جہاں فلاحی مملکت کا تصور فروغ پذیر تھا اب ریاست عوام کی کفالت سے دست کش ہو رہی ہے اور ارتکاز زر کی حوصلہ افزائی کے لئے نجکاری کے نام پر انسانوں کے استحصال کا سلسلہ جاری ہے۔

ایسی صورت حال میں زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں انسان یہ دعویٰ کر سکے کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آج سے چودہ سو سال پہلے لایا ہوا نظام انسانی رہنمائی کے لئے ناکافی ثابت ہوا ہے۔ بلکہ حق و انصاف کی نظر سے دیکھنے والا اس حقیقت کو مانے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تا قیام قیامت انسانوں کی روحانی اور مادی ارتقاء کے لئے اعلیٰ ترین معیار عروج مصطفوی ہی کو ہونا چاہیے۔

اب سوال یہ باقی رہ گیا کہ ان اعلیٰ ترین معیارات کے جو نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قائم فرمائے ہیں عملی تشریح و تعبیر اور عملی نفاذ کی صورت کیا ہے تو یہ بات خود حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح فرمائی ہے اور اپنی امت کے علمائے کرام کو اس نظام مکمل کے عملی نفاذ کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور ساتھ ساتھ اپنی امت کے علمائے ربانیین اور حقیقی علما کے لئے ایک ایسے بلند درجے اور مرتبے کا اعلان بھی فرمایا جو تمام دیگر امتوں اور قوموں کے علماء کے لئے باعث صد رشک ہے۔ وہ اعلان یہ ہے کہ آپ نے اپنی امت کے علماء کو بنو اسرائیل کے انبیاء کا ہم پلہ قرار دیا ہے اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

علمائے اسلام سے ہماری اپیل ہے کہ ربیع الاول کے مبارک مہینے میں، نبی آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جشن ولادت منانے کے ساتھ ساتھ انبیاء علیہم السلام کی اس وراثت کا حق حقیقی معنوں میں ادا کرنے کے عہد کی تجدید بھی کریں تاکہ علمائے اسلام نوع انسانی کی نجات و ترقی کے علمبردار اور مشعل بردار ثابت ہوں نہ یہ کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کو بالائے طاق رکھ کر فرقہ پرستی اور مذہبی جنونیت کو ہوا دے کر اقوام عالم کی نظر میں غیر معتبر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پوری طرح عمل پیرا ہو کر قوموں کی امامت کے گراں قدر منصب پر فائز ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(گزشتہ سے پیوستہ)

مجموعہ شریعت محمدیہ

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

ولا ینبغی ان یکون المؤذن الا رجلاً مسلماً عادلاً عاقلاً ممیزاً رشیداً و لا یشترط البلوغ عارفاً بالاوقات مهتماً بتحققها صیتاً صبیحا حسن الصوت او لیس بقبیح الصوت قائماً مع القدرة مستقبل القبلۃ متانیاً مرتلاً فی الاذان حادراً فی لاقامۃ متطهراً عن الجنابۃ فیهما متوضیاً فی الاقامۃ مبطیاً بینهما بمقدار رکعتین تقریبا الا فی المغرب و الاذان کجوز ان لم یکن متوضیاً بالکراهۃ و الاقامۃ لا یجوز الا لمن یجوز لہ الصلوٰۃ۔

ترجمہ

اذان دینے والا صرف ایسا مرد ہونا چاہئے جو مسلمان ہو، انصاف پسند ہو، عقلمند ہو، کھرے اور کھوٹے میں فرق جاننے والا ہو، صحیح سمجھ بوجھ والا ہو، بالغ ہونا مشروط نہیں، نماز کے وقتوں کی پہچان کا حامل ہو، وقتوں کی آمد کا یقینی انتظار کرنے والا ہو، بلند آواز ہو، خوبیوں والا ہو، خوش آواز ہو، یا (کم از کم) بدآواز نہ ہو، اپنی طاقت پر کھڑا ہونے والا ہو، قبلہ رخ ہو، اذان دینے میں آہستگی والا اور ترتیل کا حامل ہو، اقامت پڑھنے میں جلد بازی کا حامل ہو، اذان اور اقامت دونوں میں جنابت سے پاک ہو، اقامت پڑھنے کی صورت میں باوضو ہو وقت مغرب کے سوا اذان اور اقامت کے درمیان تقریباً دو رکعتوں کی مقدار کا وقفہ کرنے والا ہو۔ اگر باوضو نہ بھی ہو تو مکروہ طور اذان دینا روا ہے۔ اقامت پڑھنا تو صرف اس شخص کے لئے روا ہے جس کے لئے نماز پڑھنا روا ٹھہرتا ہو۔

وضاحت

مندرجہ بالا عبارات متن میں اذان دینے والے کے بیس اوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ اوصاف گویا شرطوں کی مانند ہیں

اوصاف مذکورہ بمنزلہ شرائط یہ ہیں۔

۱۔ مرد ہونا۔

۲۔ مسلمان ہونا۔

۳۔ انصاف پسند ہونا۔

۴۔ عقلمند ہونا۔

۵۔ کھرے اور کھوٹے میں فرق جاننے والا

۶۔ صحیح سمجھ بوجھ والا ہونا۔

۷۔ وقتوں کی پہچان کا حامل ہونا۔

۸۔ وقتوں کی آمد کا یقینی انتظار والا ہونا۔

۹۔ بلند آواز ہونا۔

۱۰۔ خوبیوں والا ہونا۔

۱۱۔ خوش آواز ہونا۔

۱۲۔ بدآواز نہ ہونا۔

۱۳۔ اپنی طاقت پر خود بخود کھڑا ہونے رہنے والا ہونا۔

۱۴۔ قبلہ رخ ہونا۔

۱۵۔ اذان میں آہستگی کا حامل ہونا۔

۱۶۔ اذان میں ترتیل کا حامل ہونا

۱۷۔ اقامت پڑھنے میں جلد بازی کا حامل ہونا۔

۱۸۔ جنابت سے پاک ہونا اذان میں بھی اور اقامت میں بھی۔

۱۹۔ اقامت پڑھنے کی صورت میں ضرور باوضو ہونا۔

۲۰۔ نماز مغرب کے وقت کے سوا اذان اور اقامت کے درمیان تقریباً دو رکعت نماز پڑھنے کی مقدار کا وقفہ کرنے والا ہونا۔

تفصیل وضاحت

۱۔ مرد ہونے کی شرط کی بنا پر واضح ہو گیا کہ اذان دینا

صرف اور صرف مردوں کا حکم ہے اور کوئی عورت اذان دینے کا فریضہ شرعاً انجام نہیں دے سکتی ۔ اسی وجہ سے عورتوں کے حق میں نماز کی ادائیگی کے وقت اذان دینا شرعاً ناروا قرار پاتا ہے ۔ خواہ اجتماعی ادائیگی ہو خواہ انفرادی ادائیگی ۔ جیسا کہ بیان پہلے گزر چکا ہے ۔

۲ ۔ اذان دینے کے لئے مسلمان ہونے کی شرط کی وجہ سے کسی غیر مسلم کا اذان دینا شرعاً غیر معتبر ہے ۔ گویا کسی غیر مسلم کو مؤذن کا منصب شرعاً نہیں سونپا جا سکے گا ۔

۳ ۔ انصاف پسند ہونے کی شرط کی وجہ سے جو کوئی واضح ناانصافی کا حامل ہو اور معاشرے میں وہ غیر عادل کا مترادف ہونا مشہور ہو تو ایسا فرد مؤذن کے منصب کے لئے شرعاً غیر موزون ہے ۔

۴ ۔ عقلمند ہونے کی شرط کی بنا پر پاگل اور بیوقوفی میں شہرت کا حامل فرد شرعاً اذان دینے کا فریضہ انجام نہیں دے سکے گا ۔

۵ ۔ کھرے اور کھوٹے میں فرق جاننے والا ہونے کی شرط سے معلوم ہوا کہ جو شخص کھرے اور کھوٹے میں امتیاز کرنے سے قاصر ہو نیز وہ دفع مضرت اور جلب منفعت کے اوصاف سے یکسر عاری ہونا مشہور ہو تو ایسا فرد بھی شرعاً اذان دینے کے بارے میں نااہل ہے ۔

۶ ۔ صحیح سمجھ بوجھ والا ہونے کی شرط سے معلوم ہوتا ہے کہ جو کوئی شخص صحیح سمجھ بوجھ والا نہ ہو وہ ہمہ وقت فریب خوردہ رہتا ہو تو ایسا شخص بھی اذان دینے کے بارے میں شرعاً نااہل ہے ۔

۷ ۔ اوقات نماز کو خوب پہچاننے والا ہونے کی شرط سے واضح ہو گیا کہ جو کوئی اوقات نماز کو نہ پہچانتا ہو یعنی وہ وقت نماز کے نقطہ آغاز اور نقطہ اختتام کی پہچان سے بالکل ناواقف ہو تو ایسا شخص بھی شرعاً اذان دینے کے لئے موزون نہیں ہے کیونکہ وہ بسا اوقات وقت نماز کی آمد سے پہلے ہی اذان دینے لگتا ہے حالانکہ وقت صحیح کے سوا وقت نماز کی آمد سے قبل اذان دینا شرعاً درست نہیں ہے

۸ ۔ وقتوں کی آمد کا یقینی انتظار والا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اوقات نماز کی آمد کے بارے میں کسی قسم کی غفلت اور سستی کے بغیر بڑے اہتمام کے ساتھ وقت نماز کی آمد کا منتظر رہتا ہو ۔ اس کا جسم کسی دنیوی کام میں لگا ہوا ہو تو اس کا دل وقت نماز کی آمد کے لئے انتظار کی گھڑیاں گن رہا ہو ۔

۹ ۔ بلند آواز ہونا اس لئے ضروری ہے کہ اذان دینے والے کی آواز دور دور تک پہنچ جائے اور دور والے بھی اذان کی آواز پر نماز پڑھنے کے لئے حرکت کر سکیں ۔ جو کوئی پست آواز ہو اس کی آواز صرف نزدیک والے سن لیتے ہیں دور والوں کو اذان کا پتہ نہیں چلتا ہے لہذا اذان دینے کا اصل مقصد قدرے فوت ہو جاتا ہے ۔ اس وجہ سے مؤذن کے منصب فائز رہنے والے کے لئے بلند آواز والا ہونا شرعاً موزون ہے ۔

۱۰ ۔ خوبیوں والا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر لحاظ سے بے عیب ہو ۔ گویا ظاہری لحاظ سے بے عیب ہونے کے ساتھ ساتھ باطنی لحاظ سے بھی وہ بے داغ فرد گنا جاتا ہو ۔ گویا صورت اور سیرت دونوں کے لحاظ سے وہ خوبیوں والا ہو ۔ یہ نور علی نور والی بات ہے ۔

۱۱ ۔ خوش آواز ہونا اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ نفس آواز میں بھی ایک تاثیر ہوتی ہے ۔ گویا آواز کی جادوگری بھی اس دنیا میں ایک مسلمہ حقیقت ہے ۔ لہذا خوش آواز فرد کا مؤذن بننا لوگوں کو نماز کی طرف راغب بنانے کا بھی باعث بنتا ہے ۔ مؤذن کی آواز کا جادو لوگوں کو مسجد کی طرف دوڑانے میں مؤثر کردار ادا کرتا ہے ۔ لہذا مؤذن کا خوش آواز ہونا بہت سی حکمتوں کا حامل بھی ٹھہرتا ہے ۔

۱۲ ۔ بد آواز نہ ہونا اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ جو کوئی مؤذن بد آواز ہو تو اس کا نتیجہ خوش آواز کے بالکل برعکس برآمد ہوتا ہے یعنی بد آواز ہونا لوگوں کے لئے باعث نفرت ٹھہرتا ہے ۔

۱۳ ۔ اپنی طاقت پر کھڑا رہنے والا ہونے کا مطلب یہ ہے مؤذن جسمانی طور پر بالکل تندرست ہو ۔ وہ خود بخود کھڑا رہ سکتا ہو ۔ اگر کسی چیز کے سہارے کے بغیر وہ خود بخود کھڑا نہ رہ سکتا ہو تو ایسا فرد مؤذن کے منصب پر شرعاً فائز نہیں ہو سکتا ۔

۱۴ ۔ قبلہ رخ ہونے کی شرط سے واضح ہو گیا کہ اگر کوئی مؤذن سمت قبلہ چھوڑ کر کسی غیر سمت قبلہ کا رخ کر کے اذان دینے لگ جائے تو ایسا کرنا شرعاً غیر معتبر عمل ٹھہرے گا ۔ اس صورت میں اذان درست نہیں ہو گی اور مؤذن کو قبلہ رخ ہو کر دوبارہ اذان دینا پڑے گا ۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی مؤذن سمت قبلہ چھوڑ کر کسی اور سمت کا رخ کر کے اذان دے چکا ہو تو وہ اذان اجتماعی ادائیگی کے لئے کافی نہیں ہو گی بلکہ اس پر اقامت سے پہلے اذان کا دہرانا بھی واجب ٹھہرے گا ۔

۱۵ - اذان دینے میں آہستگی کا حامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کلمات اذان کو بالکل آہستہ آہستہ ادا کرتا جائے اور جلد بازی کا مظاہرہ نہ کرے۔

۱۶ - اذان میں ترتیل کا حامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کلمات اذان کی ادائیگی آہستہ آہستہ کرنے کے ساتھ ساتھ باتجوید ادائیگی کا بھی لحاظ رکھا جائے تاکہ کلمات اذان کی شرعاً درست ادائیگی ہو جائے۔ اگر مؤذن میں تجوید کا فقدان ہو تو صرف گنگنانے سے اذان کا مقصد حاصل نہیں ہوتا ہے۔ گویا اس جگہ ترتیل کا مطلب سر کے ساتھ درست ادائیگی ہے۔

۱۷ - اقامت پڑھنے میں جلد بازی کا حامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کلمات کی ادائیگی اذان کی طرح آہستہ آہستہ نہ کی جائے بلکہ اس بارے میں ترتیل کے برعکس حدر یعنی جلدی جلدی سے ادائیگی کی جائے۔

۱۸ - جنابت سے پاک ہونا۔ یہ شرط اذان اور اقامت دونوں کے لئے لازم ہے۔ حدث جنابت کو دور کئے بغیر نہ اذان دینا شرعاً جائز ہے اور نہ ہی اقامت پڑھنا روا ہے بلکہ جنابت لاحق ہونے والا فرد پہلے واجب غسل بجالائے پھر اذان دے۔

۱۹ - اقامت پڑھنے کی صورت میں ضرور باوضو ہونا اس لئے شرط ہے کہ اقامت اور نماز کے درمیان کوئی لمبا وقفہ نہیں کہ اقامت پڑھنے والا جاکر وضو کرے اور پھر وہ نماز جماعت میں شامل ہو یا انفرادی طور نماز ادا کرلے۔ گویا اقامت اور نماز کی ادائیگی کا آغاز بالکل متصل ہے۔ اس وجہ سے اقامت باوضو ہوکر پڑھ سکتا ہے بے وضو ہونے کی صورت میں نہیں۔

۲۰ - وقت مغرب کے سوا اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے کی مقدار کا وقفہ کرنے والا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن وقت مغرب کو چھوڑ کر باقی چار اوقات نماز میں اذان دے چکنے کے اتنا وقفہ کرے کہ اس وقفے کے دوران دو رکعت نماز کی بجاآوری کی جاسکتی ہو۔ اس میں حکمت یہ بھی ہے کہ اس وقفے میں نماز جماعت میں زیادہ سے زیادہ لوگ شریک ہوسکتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگ نماز کے آغاز میں بھی نماز جماعت میں شرکت سے فیضیاب ہوسکتے ہیں۔

ایک مکروہ صورت حال

اگر مؤذن کو کوئی ایسی صورت حال درپیش ہوجائے کہ وہ بے وضو ہونے کی حالت میں اذان دینے لگ جائے تو ایسا کرنا مکروہ طور شرعاً جائز ٹھہرتا ہے۔ اقامت پڑھنا تو صرف اس شخص کے لئے شرعاً جائز ٹھہرتا ہے جس کے لئے نماز کا پڑھنا جائز ٹھہرتا ہے یہ بالکل واضح بات ہے کہ نماز باوضو ہونے کی صورت میں جائز ہوتی ہے اور بے وضو ہونے کی صورت میں نماز پڑھنا شرعاً بالکل ناروا ہے۔ لہٰذا اقامت پڑھنا بھی صرف اور صرف باوضو فرد کے لئے شرعاً جائز ٹھہرتا ہے، بے وضو فرد کے لئے نہیں۔

(جاری ہے)

بقیہ اسلامی تصوف پر اعتراضات

دی۔ یہ درست ہے کہ ان کے کلام میں بعض اوقات مے و ساغر کا ذکر آتا ہے لیکن مے و ساغر سے ان کی مراد مئے وحدت ہے۔ یعنی جب ذات باری تعالیٰ میں ان کو فنا حاصل ہوتی ہے تو اس قدر محویت اور استغراق کا عالم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو بلکہ پوری کائنات کو یکسر کھو دیتے ہیں اور ذات حق میں بالکل گم ہوجاتے ہیں۔ بس استغراقی کیفیت کو بیان کرنے کے لئے ان کو مے و ساغر کے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ تصوف پر جتنے الزام لگائے گئے ہیں سب بے بنیاد ہیں۔ تصوف اسلام کی روح ہے اور شریعت کی جان۔ تصوف کا اشتقاق کچھ ہو مقصد یہ ہے کہ کثرت مجاہدات و ریاضات کے ذریعے نفس کے غلبہ کو کم کرکے روح کے اندر قوت پرواز پیدا کی جائے اور قرب حق حاصل کیا جائے اور یہ بات عین شریعت ہے کیونکہ کی شریعت کی غرض وغایت ہی وصول الی اللہ اور تقرب الی اللہ ہے

(اس مضمون کی تیاری میں درج ذیل ماخذ سے مدد لی گئی ہے

۱۔ قرآن مجید
۲۔ بوستان السیاحہ از حاجی زین العابدین شیروانی
۳۔ ماہنامہ سلسبیل لاہور شمارہ ستمبر ۱۹۸۷ء)

(گزشتہ سے پیوستہ)

اسلامی تصوف پر اعتراضات کی حقیقت

محمد انور

مسینو

ان محققین میں سے ایک فرانس کے عصر حاضر کے مایہ ناز مصنف مسینو (MASSIGNON) ہیں جو یورپ میں منصور بن حلاج کے متعلق اتھارٹی یعنی ماہر فن سمجھے جاتے ہیں مسینو کی تحقیقات کی بنیاد محض زبانی روایات نہیں ہیں بلکہ وہ ایران، عراق اور شام کے بزرگان دین سے خود ذاتی طور پر ملے ہیں اور ان کی کتابوں کا دقت نظر سے مطالعہ کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ تصوف قرآن و سنت سے ماخوذ ہے یہاں تک کہ شطحیات یعنی منصور کا نعرہ انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی کے نعرہ سبحانی ما اعظم شانی کی اصل بھی قرآن ہے۔

نکلسن اور آربری

ڈاکٹر نکلسن کا بھی ابتداءمیں خیال یہی تھا کہ تصوف فلسفہ یونان اور عیسائیت سے اخذ کیا گیا ہے لیکن ان کے شاگرد ڈاکٹر

آربری نے جو فراخ دل واقع ہوئے ہیں اپنے استاد کی تردید کی اور ان کو اس بات پر قائل کر لیا کہ اسلام سچا مذہب ہے، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے نبی ہیں اور تصوف و روحانیت قرآن اور حدیث سے ماخوذ ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر نکلسن کی شروع اور بعد کی تصنیفات میں نقطہ نظر کا ایک بین فرق نظر آتا ہے۔ اپنے ابتدائی دور کی کتاب "اسلامک مسٹی سزم" میں وہ تصوف پر طرح طرح کے اعتراضات کی بارش کر دیتے ہیں۔ اور آخری زمانے کی کتاب "صوفی ازم اور اسلامی نظریہ ذات باری" میں وہ ایک سیدھے سادے مسلمان کی طرح نظر آتے ہیں، اگرچہ اپنے مسلمان ہونے کا وہ اقرار نہیں کرتے۔ اس تبدیلی کا سہرا ان کے شاگرد رشید ڈاکٹر آربری کے سر ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ مسلمان محققین نکلسن کی اوائل عمر کی کتابوں کو دیکھتے ہیں لیکن بعد کی کتابوں کو درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر اقبال نے بھی نکلسن کی اوائل عمر کی کتابیں دیکھنے کے بعد اپنی کتاب "اسلامی تخیل کی تعمیر نو" RECONSTRUCTION OF RELIGIOUS THOUGHTS IN ISLAM تصنیف کی ہے کیونکہ ڈاکٹر اقبال بھی اس کتاب میں جو ان چند لیکچروں کا مجموعہ ہے تصوف کے بارے میں شاکی لگتے ہیں۔

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ کیمبرج یونیورسٹی کے ڈاکٹر آربری نے نہایت فراخ دلی اور منصف مزاجی کا ثبوت دیتے ہوئے بڑے بڑے متعصب یورپی مصنفین کی پرزور تائید کی ہے ان میں سے ایک سپین کے ڈاکٹر مائیکل پلے سیوس ہیں۔ ڈاکٹر مائیکل نے بھی یہی اعتراض کیا ہے کہ تصوف عیسائیت سے اخذ کیا گیا ہے۔ انہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے "اسلام اور ڈیوائن کامیڈی"۔ یاد رہے کہ اٹلی کے مایہ ناز ادیب دانتے نے DEVINE COMEDY کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس کی وجہ سے وہ دنیا بھر میں مشہور ہو گئے۔ ڈاکٹر مائیکل نے اپنی تصنیف میں حتمی طور پر ثابت کیا ہے کہ دانتے کی کتاب ڈیوائن کامیڈی حضرت محی الدین ابن عربی کی کتاب "فتوحات مکیہ" کا لفظ لفظ ترجمہ ہے۔ ڈاکٹر مائیکل کی کتاب کے بارے میں آربری لکھتے ہیں کہ یہ کتاب لکھ کر مائیکل نے اپنی تردید آپ کر دی ہے۔

ڈاکٹر آربری نے تصوف کی مشہور کتاب "تعرف لمذہب تصوف" کا انگریزی ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ پہلی کتاب ہے کہ جس میں مصنف نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اسلام اور تصوف ایک چیز ہے۔ حضرت داتا گنج بخش کی کتاب "کشف المحجوب" ہو یا اسلام کی دوسری متصوفانہ کتابیں سب اسلامی تعلیمات سے لبریز ہیں اگر وہ اسلام سے منحرف ہو گئے ہوتے تو اسلام کی تبلیغ کیوں کرتے؟

ڈاکٹر آربری نے ایک اور معاملے میں بھی اپنے استاد کی خوب خبر لی ہے۔ اپنے پہلے دور کی ایک کتاب میں ڈاکٹر نکلسن نے لکھا تھا کہ حضرت بایزید بسطامیؒ چونکہ ابو علی سندھیؒ کے مرید تھے اور چونکہ ابو علی سندھی ہندوستان کے رہنے والے تھے اس لئے بایزید بسطامی کا علم معرفت ہندو دھرم کا مرہون منت ہے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر آربری لکھتے ہیں کہ ابو علی سندھ کا باشندہ نہیں تھے بلکہ سند ایران میں بسطام کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے جہاں کے وہ رہنے والے تھے۔ بہرحال نکلسن کی بات سے یہ تو واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کے بارے میں مستشرقین کی تحقیقات کس قدر بودی ہیں؟ خیر ابو علی سندھی سندھ کے باشندے ہوں یا ایران کے، لیکن اس قدر بڑے اور فاضل ادیب نے کس قدر بیہودہ دلیل دی ہے کہ چونکہ وہ سندھ کے رہنے والے تھے اور سندھ ہندوستان میں واقع ہے اس لئے بایزید کا تصوف ہندو مذہب سے اخذ کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہندوستان میں جتنے مسلمان رہتے ہیں سب ہندو دھرم کے فیض یافتہ ہیں۔ یہ کس قدر حماقت کی بات ہے۔ نکلسن ایک اور مضحکہ خیز غلطی ملاحظہ فرمایئے۔ انہوں نے حضرت مولانا جلال الدین رومی کے ایک شعر کا انگریزی ترجمہ کیا ہے جس میں مولانا نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعریف کی ہے۔ ترجمے کے بعد فاضل مترجم لکھتے ہیں کہ دیکھو ایک سنی عالم ایک شیعہ لیڈر کی تعریف کر رہا ہے۔ انگلستان کے اس مایہ ناز محقق کی تحقیق پر تو ہماری گلی کوچوں کے لڑکے بھی ہنس دیں گے لیکن ہمارے مغرب زدہ دوستوں کا یہ حال ہے کہ مغربی مصنفین کی تحقیقات پر عش عش کرنے لگ جاتے ہیں اور جو کچھ ان کے منہ سے نکلتا ہے اسے آیت قرآنی سے بھی زیادہ وقعت دیتے ہیں۔ حیرت ہے کہ یہ لوگ جو دوسروں کو لکیر کا فقیر ہونے کا طعنہ دیتے ہیں خود ان سے بڑھ کر اندھا دھند تقلید کے حامی ہم نے نہ دیکھے نہ سنے۔

اذکار و وظائف کا مسئلہ

تصوف پر ایک اور اعتراض یہ وارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تو سوائے قرآن، نماز، روزہ حج اور زکواۃ کے سوا مسلمان کچھ نہیں کرتے تھے لیکن آج کل کے پیروں نے بڑے بڑے وظائف، اذکار، مراقبات اور اشغال مقرر کر رکھے ہیں۔ اس کی کیا سند ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اندر اس قدر روحانی قوت تھی کہ آپ کی شکل مبارک دیکھ کر ہی لوگوں کے روحانی درجے بلند ہو جاتے تھے۔ آپ سے کلام کرنے اور آپ کو چھونے سے بھی مراتب میں ترقی ہو جاتی تھی۔ حضرت سلمان فارسی نے آپ کی شکل مبارک دیکھتے ہی اسلام قبول کر لیا۔ اسی طرح ایک صحابی کو آپ نے یمن کا عامل مقرر فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ حضورؐ میں اس عہدے کے قابل نہیں ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے کاندھے پر تھپکی دی تو وہ چلا اٹھے کہ حضورؐ اب اپنے اندر یہ قابلیت محسوس کرتا ہوں۔ یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبردست روحانی قوت کا نتیجہ ہے۔ لیکن جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور لوگوں کے قلوب پر زنگ کا اضافہ ہوتا گیا تو اس زنگ کو دور کرنے کے لئے مزید وظائف اور اذکار کی ضرورت ہوتی گئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ "خیر القرون قرنی ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم" یعنی "میرا زمانہ سب زمانوں سے بہتر ہے پھر وہ زمانہ جو اس کے بعد آیا اور پھر وہ زمانہ جو اس کے بعد آیا"۔ اس سے ظاہر ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اکابر اسلام کی روحانی قوت میں کمی ہوتی گئی اور زنگ آلود قلوب کو صاف کرنے کے لئے مزید اذکار و مشاغل کی ضرورت پڑی۔ پھر یہ تمام اذکار اور مشاغل قرآن و حدیث سے لئے گئے ہیں اور اسمائے الٰہی پر مشتمل ہیں۔ سب اہل ایمان جو قرآن پاک کی تعلیمات کو حرز جان بنائے رکھتے ہیں اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک نے کثرت ذکر کا بار بار حکم دیا ہے نماز سے فراغت کے کھڑے بیٹھے اور پہلوؤں پر لیٹے ہوئے بھی ذکر کا حکم دیا ہے نیز اسمائے حسنیٰ کے ورد پاک کا حکم بھی قرآن کے نص صریح سے ثابت ہے۔

ایک اور اعتراض

تصوف پر ایک اور اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ بعض صوفی شعرا کے کلام میں شراب نوشی اور غیر اسلامی باتوں کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کسی عارف باللہ نے اپنے کلام میں ام الخبائث شراب کے پینے یا غیر شرعی احکامات کی ترغیب ہرگز نہیں

باقی صفحہ ٦ نمبر پر

اقبال اور تصوف (فلسفیانہ تجزیہ)

ذاکر حسین ایم ۔ اے (فلسفہ) بی ۔ ایس ۔ سی انجینئرنگ

(تصوف کا لغوی مفہوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ذھب صفو الدنیا و بقی کدرھا دنیا کی صفائی جاتی رہی اور میل باقی رہ گیا۔

اشیاء کے لطیف حصے کا نام صفا ہے اور کثیف کا کدر۔ چونکہ اہل تصوف اپنے اخلاق اور معاملات کو صاف رکھتے ہیں اور قلبی آفات سے بری ہوتے ہیں، اس لئے صوفی کہلاتے ہیں۔ اس فرقہ کے لئے یہ لفظ اسم علم کی حیثیت رکھتا ہے۔" ۱۸

درحقیقت "صوفی کا لفظ کامل اور محقق اولیائے کرام پر عائد ہوتا ہے۔ مشائخ میں سے کسی نے کہا" جو محبت کے ساتھ مصفا ہو وہ صافی ہے اور جو دوست میں محو و مستغرق اور غیر دوست سے بری ہو وہ صوفی ہے۔" ۱۹

مغربی محقق نولڈیکی NOLDEKE کی رائے میں صاحب تصوف یعنی صوفی کلمہ "صوف" سے ماخوذ ہے اور یہ نام ان صوفیا کو دیا گیا ہے جنہوں نے عیسائی راہبوں کی متابعت میں "ترک دنیا کے بعد "صوف" یعنی پشم کا لباس اختیار کیا تھا۔ ۲۰ نولڈیکی نے لفظ تصوف کے "سوف" سے مشتق ہونے کی تردید اس لئے کی تھی کہ یونانی حرف SIGMA عربی میں ہمیشہ "س" کی صورت میں آتا ہے نہ کہ "ص" کی صورت میں۔

لفظ تصوف یا صوفی کی تاریخی حیثیت کے بارے میں یہ بات محقق ہے کہ "الصوفی" کو لقب کے طور پر تاریخ میں پہلے پہل آٹھویں صدی کے نصف آخر میں ایک کیمیادان جابر بن حیان کے نام کے ساتھ جو زہد میں ایک مسلک خاص رکھتا تھا، استعمال کیا گیا۔ نیز ایک نامور صوفی ابو ہاشم کوفی کے نام کے ساتھ اس کا صیغہ جمع صوفیہ پہلی دفعہ ۱۹۹ھ \ ۸۱۴ء میں اسکندریہ کی ایک معمولی سی شورش کے سلسلے میں نظر آتا ہے اور جاحظ کے مطابق تقریباً اسی زمانے میں اس کا استعمال نیم شیعہ مسلمانوں کی ایک جماعت صوفیہ کے لئے ہوا تھا۔" ۲۱

اردو انسائیکلو پیڈیا میں لفظ تصوف کی تاریخ کے متعلق یوں مرقوم ہے " بعض علماء کے نزدیک تصوف کی اصطلاح دوسری تیسری صدی ہجری میں بغداد والوں نے ایجاد کی۔ امام قشیری کی تحقیق کے مطابق یہ لفظ دوسری ہجری میں ایجاد پا چکا تھا

کشف الظنون کے مطابق جابر بن حیان اور ہاشم کوفی نے سب سے پہلے یہ لقب اختیار کیا۔ شیخ ابو النصر سراج نے اپنی تصنیف کتاب اللمع میں لکھا ہے کہ لفظ حسن بصریؒ کے زمانے میں رائج تھا۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ اصطلاح حدیث میں جس کو احسان کہا جاتا ہے۔ پہلی صدی ہجری کے آخر میں اسی کو تصوف کہنے لگے۔" ۲۲

لفظ صوفی کے دیگر ماخذ سے قطع نظر اس کا مشتق بہ صوف (اون) ہونا عربی گرامر کے لحاظ سے مستند ہے اور تصوف میں لبس صوف یعنی اونی لباس پہننے کی روایت معتبر اور رائج ہے حدیث شریف میں آیا ہے "لباسوں میں تمہارے لئے لباس صوف ہے تاکہ تم دلوں میں ایمان کی حلاوت محسوس کرو۔" ۲۳ حسن بصری یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان فارسی کو کمبل پہنے ہوئے دیکھا جس میں پیوند لگے ہوئے تھے۔" ۲۴

یہ بھی روایت ہے کہ حضرت علیؓ حضرت عمرؓ اور ہرم بن حیانؒ نے اویس قرنیؒ کو خرقہ پشمین میں دیکھا۔ حضرت جنید بغدادی نے تصوف کی آٹھ خصلتوں میں سے ایک خصلت "صوف پوشی" کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء قرار دیا ہے۔ مسلک تصوف میں لباس صوف کو لباس فقر و درویشی کی حیثیت حاصل ہے۔" اس لحاظ سے ثابت ہوتا ہے کہ کلمہ تصوف کو کلمہ صوف سے مناسبت ہے لیکن تصوف اور صوفی کی اصطلاحات زمانہ بعد میں وجود میں آئی ہیں۔" ۲۵

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونی لباس پہنے اور آپ کا انتقال اونی کپڑے میں ہوا۔ جب اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا تو وہ سر تا پا اونی لباس پہنے ہوئے تھے۔" ۲۶

باقی صفحہ ۱۳ نمبر

(گزشتہ سے پیوستہ)

شیخ نجم الدین کبریٰ

غلام حسن نور بخش فاضل عربی - ایم، اے

شیخ مجد الدین بغدادی خوارزم میں وعظ کہنے لگے۔ سلطان محمد خوارزم کی والدہ ایک انتہائی خوش شکل عورت تھی جو شیخ کی مجلس میں کبھی کبھی آپ کی زیارت کرنے آیا کرتی تھی۔ شیخ کے مخالفین نے اسے غنیمت جانا۔ ایک شب سلطان شراب کی مستی میں دھت تھا انہوں نے یہ بات انہیں بتائی کہ تمہاری ماں نے شیخ مجد الدین سے نکاح کر لیا ہے۔ یہ سنتے ہی سلطان طیش میں آیا اور حکم دیا کہ شیخ کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا جائے۔ حکم کی تعمیل کی گئی اور آپ کو دریائے دجلہ میں پھینک دیا گیا۔ جب شیخ نجم الدین کبریٰ کو خبر ہوئی تو آپ کی حالت متغیر ہو گئی اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا کہ ہمارے بیٹے کو دریا میں پھینک کر مروا دیا گیا ہے۔ پھر آپ سجدے میں گئے اور دیر تک سجدے میں رہے۔ پھر سر اٹھایا اور فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ بخون بہای فرزندم ملک از سلطان محمد باز ستاند سلطان محمد سے میرے بیٹے کے قصاص میں ملک واپس لے۔ اور اللہ تعالیٰ نے میری درخواست قبول فرمائی ہے۔ جب اس واقعے کی خبر سلطان کو ہو گئی تو سخت پشیمان ہوا اور شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک برتن بھر سونا اس پر ایک تلوار اور کفن کے کپڑے رکھ کر پیش کیا کہ اگر آپ دیت لینا چاہتے ہیں تو یہ حاضر ہے اگر قصاص لیتے ہیں تو یہ تلوار اور سر حاضر ہے شیخ نے فرمایا وکان ذالک فی الکتاب مسطورا اس کی دیت میں دیت او از جملہ ملک تست و سر تو برو و سر بسی خلق و ما نیز در سر شما شویم اس کی دیت میں تمہارا ملک تمہارا سر اور تمہاری رعایا میں سے بہت سوں کا سر اور ہمارا اپنا سر بھی جائے گا

سلطان یہ سن کر ناامید ہو گیا۔ تھوڑی مدت گزری تھی کہ چنگیز خان نے خروج کیا اور جو کچھ کہا گیا تھا ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔

نفحات الانس ص ۳۲۹

جب خوارزم پر تاتاریوں نے حملہ کیا آپ نے اپنے مریدوں سعد الدین حموی، رضی الدین علی لالا وغیرہم کو جمع کیا اور انہیں ہدایت کی کہ سب اپنے اپنے ملکوں کو چلے جائیں انہوں نے آپ کو بھی لے جانے کی کوشش کی لیکن آپ کسی طرح تیار نہ ہوئے۔

چنگیز کے بیٹے کو پتہ چلا کہ آپ خود خوارزم میں موجود ہیں انہوں نے احتراماً قاضی خان کے ذریعے آپ کو کہلا بھیجا کہ آپ باہر چلے جائیں، خدانخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ آپ نے قاضی خان کی بات قبول نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ امن کے زمانے میں جن لوگوں کے ساتھ رہا ہوں اب نزول محنت و بلا کے وقت انہیں کیسے چھوڑ سکتا ہوں جب تاتاریوں نے شہر پر حملہ کیا تو آپ نے خرقہ پہنا کمر کو باندھا اور بغل میں پتھر بھرے اور کمان ہاتھ میں لے کر اپنے باقی ماندہ ساتھیوں سے فرمایا قوموا علی اسم اللہ نقاتل فی سبیل اللہ "خدا کا نام لے کر ہم راہ حق میں جہاد کرتے ہیں۔ آپ ایک ایک پتھر مارتے رہے۔ جب وہ ختم ہو گئے تو تاتاریوں نے آپ پر تیروں کی بارش کر دی۔ ایک تیر آپ کے سینے میں لگا جس کے نکلتے ہی آپ کی روح بھی نکل گئی۔ شہادت کے بعد آپ نے ایک ہاتھ میں ایک کافر کا پرچم تھام رکھا تھا جو بصد کوشش الگ نہ کیا جا سکا۔ چنانچہ مولانا روم اسی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ما ازان محتشانیم کہ ساغر گیرند
نہ ازان مفلسان کان بز لاغر گیرند
بیکی دست می خالص ایمان نوشند
بیکی دست دگر پرچم کافر گیرند

آپ ۷۸ سال کی عمر میں ۱۰ جمادی الاول ۶۱۸ھ مطابق ۱۰ ژوئیہ ۱۲۲۶ء شہید ہوئے۔ آپ کا مزار جرجانیہ میں موجود ہے۔

مقدمہ اقرب الطرق ص ۹۶

باقی صفحہ ۱۲ نمبر پر

(گزشتہ سے پیوستہ)

فضائل اہل بیت

مولانا شکور علی　　فاضل عربی، بی۔ اے

(فتح القدیر ج ۴ ص ۲۷، مصر ۱۳۵۰ھ)

علامہ قرطبی اور حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات کے ساتھ یہ چاروں (علیؓ، فاطمہ، حسن اور حسین) حضرات بھی شامل ہیں۔ بخاری میں حضرت انس سے حضرت زینب کی شادی کے واقعہ کے سلسلے میں منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ فقال السلام علیکم یا اہل البیت و رحمۃ اللہ فقالت و علیک السلام و رحمۃ اللہ و برکاتہ

(بخاری کتاب التفسیر بذیل سورہ احزاب آیت ۳۳)

اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اہل بیت میں ازواج مطہرات شامل ہیں۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ ص ۵۶۹)

امام ترمذی، ابن جریر، ابن المنذر حاکم، ابن مردویہ اور بیہقی نے حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی ہے کہ آیت (تطہیر) میرے گھر میں نازل ہوئی۔ اس وقت یہ چاروں (حضرت علی، فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین علیہم السلام) موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چاروں کو کمبل میں لے کر فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ترمذی اور حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

(اردو معارف اسلامیہ مادہ اہل وآل)

صواعق محرقہ میں مروی ہے کہ تمام مفسرین اس پر متفق ہیں کہ آیت مذکورہ علی مرتضیٰ علیہ السلام، سیدۃ النساءؑ، اور حسنین کی شان میں نازل ہوئی اور ام سلمہ کی روایت بیان کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ دعا بھی لکھی ہے جو اپنی چادر ان پر ڈالنے کے بعد فرمائی۔ اللھم ھولاء اھل بیتی و خاصتی اذھب عنھم الرجس و طھرھم تطہیرا یعنی اے بار خدا یہ لوگ میرے اہل بیت اور میرے خاصہ و مخصوص ہیں ان سے رجس کو دور کر اور ان کو پاک کر جیسا کہ پاک کرنے کا حق ہے۔

(کوکب دری ص ۱۵۵ منقبت ۲۰)

اس آیت کی تفسیر میں داتا گنج بخش حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی معروف کتاب کشف المحجوب میں اہل بیت کے لئے ایک مکمل باب باندھ کر حضرت علی، حضرت حسن و حسین اور حضرت زین العابدین علیہم السلام کی خوب سیرت فرمائی ہے اور بارہ ائمہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ہے کہ یہ اہل بیت رضی اللہ عنہم ہیں۔

(دیکھئے کشف المحجوب ص ۱۳۲)

علامہ عبید اللہ بن مظہر نے سیرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب میں متعدد روایات کو اس بات کی تائید میں وارد کیا ہے کہ آیت تطہیر اہل بیت نبوت علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ اور آخری روایت بیہقی سے منقول ہے۔

عن علی قال نحن اھل البیت اذا ذھب اللہ عزوجل عن الفواحش ما ظھر منھا و ما بطن (اخرجہ الدیلمی) جناب علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ہم اہل بیت ہیں جن سے خدا عزوجل نے ظاہر و باطن کی تمام برائیاں دور کی ہیں۔

(ارجح المطالب)

مولانا اشرف علی تھانوی اپنی تفسیر بیان القرآن میں حضرت مائی عائشہؓ کی روایت سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ آیت (تطہیر) حضرت علی، فاطمہ، حسن اور حسین علیہم السلام کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

اور آپ مذکورہ آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کو منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے (معصیت اور نافرمانی کی) گندگی کو دور رکھے اور تم کو (ظاہراً و باطناً، عقیدۃ و

باقی صفحہ نمبر پ

سود کی ممانعت

ثناء اللہ براہوی لاہور

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

احل اللہ البیع و حرم الربا

اللہ نے بیع (تجارت) کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا ہے۔

نیز دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔ "چھوڑ دو جو کچھ باقی ہے اگر تم مومن ہو اور اگر تم ایسا نہ کرو تو خبردار ہو جاؤ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے (تمہارے خلاف اعلان) جنگ ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متعدد احادیث میں بھی سود کی حرمت کو واضح اعلان موجود ہے۔

"ہر وہ قرض جو نفع کھینچتا ہو تو اس کا نفع ربا ہے۔ لعنت ہے ربا کھانے والے پر کھلانے والے پر لکھنے والے پر اور گواہوں پر۔ یہ سب برابر ہیں۔

(مسند حارث)

"جب کسی قوم میں سود کے لین دین کا رواج ہو جائے تو اللہ اس پر ضروریات کی گرانی مسلط کر دیتا ہے۔"

(مسند احمد)

"جب کسی بستی میں ربا اور زنا کا ظہور ہوتا ہے تو وہ لوگ اللہ کے عذاب کو دعوت دیتے ہیں۔"

(مستدرک حاکم)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سود لینے اور دینے والے، اس پر گواہ بنے والے، اس کی تحریر کرنے والے (جبکہ اسے معلوم ہو کہ یہ تحریر سود کی ہے) جسم پر نقش و نگار کھودنے والے اور کھدوانے والے جو خوبصورتی کے لئے ایسا کرتے ہیں، صدقہ سے انکار کرنے والے، ہجرت کے بعد مرتد ہونے والے سب ملعون ہیں۔"

حاکم کی روایت ہے کہ سود کے تہتر دروازے ہیں ان میں سے کمتر (کی برائی کے لحاظ سے یہ حیثیت ہے کہ) جیسے کوئی اپنی ماں سے نکاح کرے۔

طبرانی کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلامؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سود کا ایک درہم تین زنا سے بدتر ہے۔" اس روایت کی سند منقطع ہے۔

حضرت ابو سعید الخدریؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "شب معراج جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو میں نے اہل دنیا کو دیکھا جن کے پیٹ کمروں کے موافق تھے وہ فرعون کی گزرگاہ میں گر پڑے۔ صبح و شام انہیں آگ پر کھڑا کیا جاتا۔ وہ کہتے کہ باری تعالیٰ قیامت نہ لانا۔ میں نے دریافت کیا اے جبرائیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کی امت کے سود خور ہیں۔ یہ اسی طرح کھڑے ہوتے ہیں۔ انہیں شیطان نے چھو کر حواس باختہ کر دیا ہے۔"

(اصبہانی)

مجموعہ شریعت محمدیہ کتاب "الفقہ الاحوط" میں غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں۔

اما الربوا فلا یکون الا فی المکیل و الموزون الخ -------

ترجمہ

سود کا معاملہ ناپی جانے والی کھانے وغیرہ کی چیزوں تولی جانے والی کھانے وغیرہ کی چیزوں اور نقدین میں یعنی سونا اور چاندی میں متحقق ہو جاتا ہے۔ لہٰذا آٹے اور روٹی کے عوض میں گندم کی خرید و فروخت کا معاملہ جائز نہیں ہے۔ زائد لینے کی صورت میں ایک ہی جنس کی ثابت چیز کے عوض میں ٹوٹی ہوئی چیز کی خرید و فروخت کا معاملہ جائز نہیں ہے اور نہ ہی زائد لینے کی صورت میں ایک ہی جنس کی گھٹیا چیز کے بدلے میں عمدہ چیز کی خرید و فروخت جائز ہے۔ برابر برابر لینے کی صورت میں ایسی چیزوں کی خرید و فروخت جائز ہے۔ خواہ زائد حقیقتاً ہو یا تقریری طور پر، ہو

مثلاً منافع کی شرط پر قرض حاصل کرنا۔ دونوں صورتوں میں زائد لینے کی صورت میں ایک ہی جنس کے معاملے میں سود ثابت ہو جاتا ہے لہٰذا خرید و فروخت کے معاملوں میں سود سے بچنا واجب ہے۔ سود ایک ایسا حرام معاملہ ہے جس کے حرام ہونے پر کلام الٰہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی دلالت موجود ہے۔ پس زائد لینے کی صورت میں ادھار کے طور ایک جنس کے بدلے میں اسی جنس کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے۔

امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں "جو شخص درہموں اور دیناروں میں ربا کا معاملہ کرتا ہے وہ کفران نعمت اور ظلم کرتا ہے"

حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ نے بھی سود کے تجارت ہونے کی نفی کی ہے اور اسے جوا۔ قرار دیا ہے اور ظلم، درندگی، تاریکی اور فتنوں کی جڑ بتایا ہے۔ فرماتے ہیں۔

رعنائی تعمیر میں رونق میں صفا میں
ظاہر میں تجارت ہے حقیقت میں جوا ہے

گرجوں سے کہیں بڑھ کے ہیں بنکوں کی عمارات
سود ایک کا لاکھوں کے لئے مرگ مفاجات

شیخ محمود احمد نے اقتصادیات کے ماہرانہ علم و تحقیق پر مبنی اپنی تصنیف TOWARDS INTEREST FREE BANKING میں ثابت کیا ہے کہ شرح سود میں اضافہ سے مہنگائی بڑھتی ہے اور یہی ہمارے ملک میں ہو رہا ہے۔

فیڈرل شریعت کورٹ نے نومبر ۱۹۹۱ء میں قرآن و حدیث اور تاریخی حقائق پر مبنی محکم، مدلل اور مفصل فیصلے میں بنکوں کے سود کو ازروئے قرآن حرام کیا گیا ربا قرار دیا اور اسے ختم کرنے کا حکم دیا۔ لیکن بد قسمتی سے حکومت وقت نے اس پر عمل نہ کیا اور اپنے سود ختم کرنے کے وعدہ سے انحراف کرتے ہوئے اس فیصلہ کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی اور شریعت کورٹ کے حکم پر عملدرآمد کو رکوادیا۔ پس چہ باید کرد

ہم سب پر فرض عائد ہوتا ہے کہ ہم انفرادی اور اجتماعی طور جس طرح بھی ممکن ہو اپنے تمام وسائل اور اثر و رسوخ کو کام میں لاتے ہوئے سود کو جلد از جلد ختم کرنے کی کوشش کریں تاکہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ بند ہو اور ہم اس گروہ سے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے نکل کر اللہ کے عذاب سے بچ سکو۔

بقیہ۔ سابق و مسبوق

والوں کے لئے اپنی فقہی کتابوں پر عمل پیرا ہونا لازم ٹھہرتا ہے۔ اہل صوفیہ اتحاد عالم اسلام کے علمبردار ہیں اس لئے وہ اہل اسلام کے بیچ باہمی رواداری اور عزت و احترام کے قائل ہیں لیکن فقہ الاحوط کو ماننے والوں کو بہر حال اس فقہی کتاب میں مندرج احکام کے مطابق عبادات اور اعمال کی بجاآوری کرنا ہوگی۔

بقیہ۔ اقبال اور تصوف

"مادہ ص۔ و۔ ف سے بے شمار ایسے الفاظ مشتق ہیں جو تصوف کے بعض بنیادی پہلوؤں کو واضح کرتے ہیں مثلاً صفا (پاکیزگی) صفو (برگزیدہ لوگ) صفی (خالص دوست) مصطفیٰ وغیرہ۔" ۲۷

"بندار بن حسین کے مطابق صوفی وہ ہے جسے ذات حق نے اپنے لئے چن لیا ہو اور اسے اپنا مقرب دوست بنا لیا ہو۔۔۔۔ پس وہ دوست بنا لیا گیا (یہاں صوفی سے مراد صفی ہے)

اس لفظ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی صوتی مناسبت اہل صفہ سے ہے۔ سب سے پہلے اس کا اطلاق ابو ہاشم بن شریک اور جابر بن حیان کیمیاگر پر کیا گیا۔" ۲۸

مسلک تصوف کی تاریخ اور ارتقاء کے متعلق ابو القاسم قشیری کے بیان کے مطابق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ "جب مسلمانوں کی حکومت دور دراز تک پھیل گئی اور اسلام میں ملوکیت کا آغاز ہوا تو مسلمانوں میں خود بخود دو گروہ بن گئے۔ ایک برسراقتدار طبقہ اور دوسرے زہاد و عباد کا گروہ۔ ابتدائے اسلام میں فقر و جہاد یکجا تھے۔ مگر دور ملوکیت میں جہاد کی جگہ رنگینیوں نے لے لی اور فقر زہاد و عباد کے حصے میں آیا اور وہ لوگ گوشہ نشین ہو کر عبادات الٰہی میں مصروف ہوئے۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے جو مسلمانوں کی کشمکش سے بیزار ہو کر عزلت نشین ہو گئے تھے۔" ۲۹

چونکہ تصوف ایک آفاقی تحریک ہے جس کی تعلیمات تقریباً تمام مذاہب عالم کی بنیادوں میں شامل ہیں، بلکہ یوں کہنا زیادہ مناسب ہے کہ تصوف کو ہی مذہبی تکمیل کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں مذہب کی اصل روح کو سمجھنے اور اس پر مکمل اور معنوی انداز میں عمل پیرا ہونے کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔

(جاری ہے)

میر سید علی ہمدانی اور مقاصد حیات

محمد یوسف قادری چیف ایڈیٹر روزنامہ آفاق سری نگر

ہر ملک اور قوم کا کوئی نہ کوئی تہذیبی سرمایہ ہوتا ہے۔ چاہے وہ قوم بہت زیادہ متمدن نہ کہلائی جاسکے پھر بھی ہر دور میں اپنے وجود کو برقرار رکھنے کے لئے وہ قوم اپنی کچھ بنیادیں رکھتی ہیں جن سے وہ آڑے وقتوں میں اپنے آپ کو سنبھالتی ہے اور یہ بنیادیں ان لوگوں کی فکر سے قائم ہوتی ہیں جو عشق حقیقی میں موم کی طرح پگھل جاتے ہیں اور لوہے کی طرح سخت ہو جاتے ہیں۔ انہی علمائے دین کی بدولت انقلابات کے جھٹکے سہہ لینے کے بعد بھی اس قوم میں بقا کی قوت موجود رہتی ہے۔ جب قوت بقا بخشنے والی شخصیتوں کا ذکر ہوتا ہے تو کشمیر کی ویرانیوں اور آبادیوں میں بار بار ایک ہی نام گونجتا ہے اور وہ ہے جناب شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ۔ آپ ممتاز عالم دین، باکمال صوفی اور کامیاب ادیب تھے۔ آپ کے وجود سے وادی کشمیر کا ذرہ ذرہ نور سے جگمگا اٹھا۔ اور یوں اس ظلمت کدے کو منبع نور بنا دیا۔ اس خطے میں جہاں لوگ اسلام کی تعلیم اور ہدایات سے یکسر ناآشنا تھے جہاں خدا کی ذات واحد کو چھوڑ کر لوگ اصنام پرستی میں مصروف تھے۔ جہاں لوگ سردگی اور ربودگی کی دنیا میں رہتے تھے، وہیں آپ نے اپنے فلسفے اور روحانی فکر سے حرکت و عمل کی ایسی دستاویز پیش کی جس کی مثال ادبیات عالم میں ملنی مشکل ہے۔ آپ نے محبت اور ایمان سے لوگوں کے دلوں کو جیت لیا اور ان قلوب میں اسلام اور ایمان کی سدابہار کونپلیں اگا دیں۔

آٹھویں صدی ہجری میں برصغیر ہند کے مختلف علاقوں میں اسلام کی روشنی پھیل چکی تھی لیکن کشمیر کی گھاٹیوں کے اندر ابھی اسلام کی کرنیں نہیں پہنچ پائی تھیں اور اسی صدی میں اس کام کا بیڑا شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ نے اٹھایا۔ کشمیر اس ممتاز عالم دین پر جتنا فخر کرے کم ہے۔ آپ کے آنے سے یہاں کا ذرہ ذرہ فیضیاب ہوا۔ آپ کی ہمہ جہت شخصیت کو سب سے پہلے مشہور صوفی شاعرہ للہ عارفہ نے پہچان لیا اور وہ فوراً کہہ اٹھی کہ آج صدیوں کے بعد کسی مؤمن کے قدم اس زمین پر پڑے اور اس مرد مؤمن کی نگاہ کی تاب نہ لا کر وہ نانبائی کے تنور میں چھپ گئیں۔ ایسے واقعات اور حادثات ان کی شخصیت کے جلال و جمال کا وہ پیکر پیش کرتے ہیں جس پر کشمیر کی روح قائم ہے۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کا پہلا مرحلہ آپ کی روحانی تعلیم و تربیت کا تھا یہ مرحلہ طے ہونے کے بعد آپ کو اپنے پیر و مرشد سے سیر فی الارض کا حکم ملا۔ آپ نے عرب و عجم، ہندوستان، ترکستان اور دوسرے بلاد اسلامیہ کی سیاحت فرمائی۔ ہر مؤمن کا ایمان ہے کہ اس کا کوئی خاص وطن نہیں ہے۔ بقول اقبال

درویش خدا مست نہ شرقی ہے نہ غربی
گھر اس کا صفاہاں ہے نہ دلی نہ سمرقند

کچھ اس خیال سے اور کچھ اپنی روحانی ترقی کا دوسرا مرحلہ طے کرنے کے لئے آپ سیر عالم کے لئے گامزن ہوئے اور برابر اکیس سال تک اسی جہاں نوردی میں مصروف رہے۔ اس سفر میں آپ نے چودہ سو اولیائے کرام سے فیوض و برکات حاصل کئے اور ہر سمندر سے ایک ایک قطرہ جمع کرکے خود بحر بیکراں بن گئے۔ اس جہاں گردی کے دوران جہاں جہاں آپ نے اپنے قدم مبارک رکھے وہاں تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے شد و مد سے جہاد جاری رکھا۔ اس زمانہ میں جب کہ ذرائع آمد و رفت محدود تھے، راستے خطرناک اور غیر محفوظ تھے شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمتہ اللہ علیہ کا تین بار ربع مسکون کا سفر حیرت انگیز تھا۔ اگرچہ آپ کا پوری دنیا کا دورہ محل نظر ہے اور یہ حقیقت ہے کہ کہ آپ ایک بہت بڑے سیاح تھے مگر آپ کا مقصد سیاحت صرف راہ سلوک طے کرنا، وعظ و تبلیغ اور مخلوق خدا کی رہنمائی تھا، اس لئے آپ درویشانہ انداز میں چلتے تھے۔ کبھی آپ سفر حج سے لوٹے کبھی مسجد روم میں معتکف ہوئے،

کبھی شام و بغداد کے شہروں میں جلوہ فگن ہوئے اور کبھی یزد کے بازار میں رونق افروز ہوئے اور کبھی ماوراء النہر میں آپ کا چرچا ہوا۔ زندگی کے آخری بیس سال شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وطن میں بسر کئے جہاں مریدوں کی تربیت اور سالکان حقیقت کی رہنمائی کی اور اپنے سیر انفس و آفاق کے تجربات قلمبند کئے۔ اپنے گراں قدر رسالے ذخیرۃ الملوک، مشارب الاذواق، شرح اسماء وغیرہ غالباً اسی زمانے میں لکھے۔ اسی زمانے میں آپ نے ختلان میں آمد و رفت شروع کی تھی۔ گویا علوم روحانیت کا سرچشمہ ہمدان سے ختلان تک عوام کو فیضیاب کر رہا تھا۔ شاہ ہمدانؒ کو سفر کے دوران بڑی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔

زندگی کے تیسرے مرحلے میں آپ نے ہندوستان کے سفر کا ارادہ کیا۔ سفر کی تمام مشکلات کو عبور کرتے ہوئے جزیرہ سراندیپ پہنچے۔ یہاں پر حضرت آدمؑ کی زیارت گاہ پر حاضری دی۔ اس کے بعد ہندوستان میں وارد ہوئے۔ تحصیل علوم و فنون اور حقیقی روحانی تربیت نے آپ کی ہستی میں کمال پختگی پیدا کر کے آپ کی شخصیت کو جامع بنا دیا۔ تیسرا دور تحریک اسلامی کا تھا جس کا آغاز آپ نے کشمیر میں فرمایا۔ اسی لئے آپ کشمیر میں بانی اسلام کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ تین مرتبہ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ پہلی مرتبہ آپ سلطان شہاب الدین کے زمانہ میں ۷۷۴ھ میں تشریف لائے اور یہاں مرکز اسلام کی بنیاد ڈالی۔ آپ کا دوسرا دورہ کشمیر ۷۸۱ھ میں ہوا۔ اس دورے میں آپ نے متعدد مقامات پر مساجد اور خانقاہیں تعمیر کیں۔ سلطان شہاب الدین کے اس دور میں آپ کے ساتھ سات سو سادات بھی تھے۔ وادی میں اسلام کی مضبوط بنیاد ڈال کر چھ ماہ کے بعد لداخ کی راہ لی وہاں سے ترکستان، کاشغر اور چین کا دورہ فرماتے ہوئے جگہ جگہ کفرستان کو نور اسلام سے روشن کر دیا۔ تیسری مرتبہ آپ نے ۷۸۵ھ میں اس خطہ بے نظیر میں ورود مسعود فرمایا۔ یہ دعوت اسلامی کے لحاظ سے تکمیلی مرحلہ تھا جس سے نہ صرف یہاں کے لوگوں کے عقائد و اعمال، افکار و نظریات، اخلاق و کردار اور تہذیب و تمدن یکسر بدل گئے بلکہ ان میں ایک روحانی انقلاب آ گیا۔ زیارت حرمین شریفین کے ارادہ سے اپنے مخصوص رفقاء کے ہمراہ پکھلی کے راستہ سے رخصت ہوئے اور دوران سفر یوسف زئی کے علاقہ میں ذی الحجہ ۷۸۶ھ کی چھٹی شب کو آپ کی روح عالم لاہوت کی طرف پرواز کر گئی۔

شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کا مشن یہی رہا کہ اسلام کو دنیا کے چپے چپے میں پھیلایا جائے۔ ان کو اپنے محبوب رب العزت سے زیادہ محبت تھی۔ اس کی ذات اور صفات کی زیادہ معرفت تھی اور اس کے محاسن و کمالات پر زیادہ یقین تھا۔ ایک عاشق صادق جتنی محبت رکھتا ہے اتنی غیرت بھی رکھتا ہے۔ یہ غیرت محبت، علم اور خلوص کے تابع ہوتی ہے۔ چونکہ حضرت عارف باللہ تھے، ولی کامل تھے، عاشق خدا اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ دین کے مزاج سے آشنا اور ملت کے نباض تھے، اس لئے آپ کو دین کے بارے میں غیرت بھی کمال درجہ کی تھی۔ اسی غیرت مندی کا ثمر ہے کہ آپ کے نعرہ توحید و رسالت کی گونج سے سارا کشمیر جاگ اٹھا۔ آپ نے افہام و تفہیم کی شوریدگی میں ایک نئی روش اختیار کی۔ آپ نے اپنی ذات اور اپنے ذہن کو اس انسان کا علامیہ بنایا جو صدیوں سے بھٹکا ہوا تھا۔ جو پیچیدہ اور دھندلے سوالات میں الجھا ہوا تھا۔ آپ اپنی شخصیت میں ایسے ان گنت روح فرسا سوالات کا جواب بن کر ابھرے اور آج سے سات سو قبل کے دور کے انسان کا ذہن ایسا روشن اور تابندہ ہو گیا کہ اس دور میں بھی اس کی مثال مشکل ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کہ خالق کے سوا کوئی پوجنے کے لائق نہیں ہے۔ آپ نے اذہان سے ابہام کے دبیز پردے آہستہ آہستہ ہٹا دیئے اور نور اسلام کی کرنوں سے لاکھوں لوگوں کو ایک سمت اور رفتار بخش دی۔ آپ کی تصنیفات کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ آپ نے تقریباً ۱۷۰ کتابیں لکھیں جن میں چہل اسرار، ذخیرۃ الملوک، اوراد فتحیہ، وصیت نامہ، مراۃ التائبین، نفسیہ، اعتقادیہ چہل حدیث وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ آپ کی باکمال اور یگانہ شخصیت کو واضح کرنے کے لئے الفاظ وسیلہ نہیں بن سکتے۔ آپ کی ذات ایک بیکراں سمندر کی مانند ہے اور الفاظ کی مدد سے اس میں غواصی کرنا مشکل ہے۔ اس کی واحد صورت یہ ہے کہ آپ کی ذات کے کمالات کو محسوس کیا جائے اور آپ کے روحانی فلسفے کو اپنے اندر جذب کیا جائے۔

قارئین کے خطوط

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں جون کا رسالہ نہ ملنے پر سالانہ چندہ فوراً ارسال کیا ہے۔ رسالے کی ترسیل جاری رکھیں۔

محمد اسماعیل پولیس کانسٹیبل
احسان علی محلہ ستو کورو

(گزشتہ سے پیوستہ)

علامہ سلطان علی بلغاری

محمود احمد مفکر بلغاری

علامہ سلطان کے علوم و معارف

شہید اسلام علامہ سلطان علی فقہ، تفسیر، اصول تفسیر، صرف، نحو، فلسفہ، منطق، تاریخ اور شعروادب میں ممتاز و منفرد مقام کے حامل تھے۔ انہوں نے اپنے کثیر الافادہ استاد ملا محمد حسین پشاوری سے علم ہیئت و فلکیات بھی بڑی محنت و توجہ سے حاصل کی تھی۔ غالباً آپ کو علم فلکیات کی مشہور کتاب "شرح چغمینی" مستحضر تھی۔ راقم کے پاس کتاب کا وہ نسخہ موجود ہے جو آپ کے حواشی سے مزین ہے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں سے آپ کی نادر و نایاب کتاب "بوق بوق نامہ" تصوف و اخلاق کے پاکیزہ موضوع پر ہے۔ چونکہ آپ تاریخ میں آپ کا ذوق لاجواب تھا اس لئے مذکورہ کتاب کا ایک حصہ تاریخی معلومات پر مشتمل ہے۔ یہ حصہ مختصر و محدود ہونے کے باوجود انتہائی دلچسپ اور پر مغز ہے اور عربی کا یہ شعر اس پر صادق آتا ہے۔

قلیل منک یکفینی و لا کن
قلیلک لا یقال لہ قلیل

کتاب کا یہ حصہ بلتستان کی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے فائدہ مند ہے۔ سچ پوچھئے تو بوق بوق نامہ میں بلبل بوستان تصوف حضرت علامہ سلطان علی کا خلوص اور خون جگر کار فرما ہے۔

آپ نے اپنی مادری زبان بلتی میں حضرت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں شاہکار قصیدے لکھے ہیں۔ آگاہ رہے کہ مشہور قصیدہ "محمد خسرو اقلیم سرمد" آپ کی تصنیف ہے۔ دبستان نوربخشیہ کے ممتاز قلمکار سید مختار حسین موسوی مرحوم نے اس قصیدہ کے چند اشعار کا خوبصورت اور معیاری ترجمہ کیا تھا۔ سید صاحب مرحوم کو فکری مناسبت کی بنا پر حضرت سلطان سے بڑی عقیدت و محبت تھی۔ یہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا قصیدہ خاصا طویل ہے۔ اس کے علاوہ ایک قصیدہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات پر فارسی زبان میں ہے اور خاصا طویل ہے۔ اسی طرح شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ اور غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ سے متعلق بھی آپ کے اشعار بکثرت موجود ہیں۔ صوفیہ نوربخشیہ سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ فقہ الاحوط فارسی میں خود کتابت کر کے ہدیہ کیا کرتے تھے۔ آپ نے خود بھی معرکہ الآرا کتابیں تصنیف کیں۔ آپ کا ذہن وسیع اور آفاقی تھا۔ آپ نے اہل بیت اور صحابہ کرام کی شان میں خوب مدح سرائی فرمائی ہے۔

قارئین کے خطوط

میں نوائے صوفیہ کا مستقل قاری ہوں۔ میرے ایک دوست کی طرف سے سالانہ چندہ دو سو روپے ارسال ہیں۔ رسالے کی ترسیل کریں۔

ممتاز حسین، اختر حسین ملک
ایگریکلچر یونیورسٹی راولاکوٹ
ڈسٹرکٹ پونچھ آزاد کشمیر

اہل صوفیہ کے جذبات کا ترجمان نوائے صوفیہ مسلسل ترقی کر رہا ہے ہم سب اس کی مزید ترویج کے لئے دست بدعا ہیں۔

محمد سلیم نیر علی آباد

نوائے صوفیہ کا چندہ برائے مستقل خریداری ارسال ہے۔ مجھے بھی اپنی محفل میں شامل کریں۔

سپاہی رستم علی ماسٹر پلانون

رسالے میں چھپنے والے معیاری مضامین سے اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ کے مضمون میں ذکر تھا کہ دعوات صوفیہ کے سترہ سے زیادہ ایڈیشنوں میں اوراد فتحیہ کے ساتھ دعائے رقاب شامل نہیں ہے۔ آئندہ ایڈیشن میں دعائے رقاب کو شامل ہونا چاہئے۔

سپاہی عبدالکریم سکساوی

بلتستان میں اشاعت اسلام کا سہرا

زیڈ - اے بلغاری ایم - اے

وادی بلتستان آٹھویں صدی ہجری یعنی چودھویں صدی عیسوی تک اسلام کی نعمت سے محروم رہی - اشاعت اسلام سے قبل بلتستان کی حالت عربوں کے دور جہالت سے کم ابتر اور دگرگوں نہ تھی - چودھویں صدی عیسوی کے آخری ربع میں مسلمان مبلغین اور صوفیائے کرام کی آمد اور تبلیغی مساعی کے نتیجے میں حیرت انگیز طور پر یہاں کی پوری آبادی مسلمان ہو گئی - زیر نظر مضمون میں بلتستان کے اولین مبلغین اسلام شاہ ہمدان میر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ، غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ اور میر شمس الدین محمد عراقی بت شکن کے ورود بلتستان اور تبلیغ دین کی مساعی جمیلہ کا ذکر خیر ہوگا -

جملہ مصنفین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس بزرگ نے بلتستان میں بدھ مت کے پیروکاروں کو اسلام کے دائرے میں لا کر بلتستان میں نور وحدت پھیلایا وہ شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ۷۸۳ھ میں بعہد سلطان شہاب الدین مبلغین اسلام کی ایک کثیر تعداد کے ساتھ تشریف لائے -

مبلغ ثانی غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نور بخش قہستانی نور اللہ مرقدہ ہیں - آپ ۱۴۳۶ء میں بلتستان تشریف لائے اور شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک نام پر بیعت لی - چنانچہ وادی بلتستان کے تمام باشندوں نے اسلام قبول کر لیا - جن علاقوں میں امیر کبیر نہ جا سکے آپ نے ان علاقوں میں بھی آواز حق پہنچائی -

مبلغ ثالث میر شمس الدین عراقی بت شکن ہیں آپ ۱۵۰۵ء میں وارد بلتستان ہوئے - آپ بلتستان اور کشمیر میں مسلک نوربخشیہ کے مبلغ سمجھے جاتے ہیں -

ان تینوں مبلغین کے عقیدے اور مسلک کے بارے میں مختلف آراء پائی جاتی ہیں - بعض انہیں اہل سنت والجماعت کے بزرگ گردانتے ہیں اور بعض مذہب شیعہ کے علمبردار سمجھتے ہیں - مگر شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتابوں میں کسی مذہب یا مسلک کا ذکر نہیں کیا - البتہ انہوں نے اپنی کتاب اعتقادیہ میں بعض فقہی مسائل جن میں وضو اور نماز کے احکام شامل ہیں مندرج کئے ہیں - نیز ان کی مشہور کتاب ذخیرۃ الملوک کا مطالعے سے بھی وہ اہل سنت کے بزرگ معلوم ہوتے ہیں جب کتاب امیریہ اور مودۃ القربیٰ کے مطالعہ کرنے والا آپ کو ایک شیعہ عالم دین سمجھنے لگتا ہے - ساتھ ہی ان کتابوں کے علاوہ شاہ ہمدانؒ کی تقریباً دیگر جملہ تصانیف میں بنیادی موضوع تصوف و عرفان اسلامی ہیں جن میں تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تجلیہ روح وغیرہ پر زور دیا گیا ہے - توبہ، زہد، فکر آخرت، عشق الہی اور خلوص نیت و عمل جیسے صوفیانہ مضامین ان کا طرہ امتیاز ہیں - جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آپ ایک وسیع المشرب صوفی تھے اور اسلام کے جملہ مکاتب فکر کا یکساں احترام کرتے ہوئے اعتدال اور میانہ روی کی اس راہ پر گامزن تھے جو تمام صوفی المذہب بزرگوں کی امتیازی خصوصیت ہے - آپ تصوف و عرفان اسلامی کے علمبردار تھے - آل علیؑ سے آپ کی محبت بغض صحابہ کی بنیاد پر استوار نہ تھی بلکہ آپ حضرت علی علیہ السلام اور دیگر اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دوسرے اصحاب علم و فضل سے بھی عقیدت رکھتے تھے - آپ نے اپنی تصانیف میں متعدد مقامات پر حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ سے احادیث نقل کی ہیں - عصر حاضر کی مشہور ہمدانی شناس ڈاکٹر سیدہ اشرف ظفر صاحبہ اپنی تصنیف میں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتی ہیں کہ

"شاہ ہمدانؒ بھی مبلغ اسلام ہونے کی حیثیت سے خود کو ہر فرقہ سے غیر جانبدار سمجھتے ہیں اور فرقہ وارانہ مناقشات سے بالاتر رہتے ہیں اگر وہ آل علیؑ اور آل محمد کا ذکر کرتے ہیں تو صحابہ کرام اور خلفائے راشدین کو بھی فراموش نہیں کرتے ہیں -

انہیں اپنے عدم تعصب پر ناز بھی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شاہ ہمدان کو اتنا مقام حاصل ہے کہ ہر گروہ انہیں اپنا سمجھتا ہے۔ شاہ ہمدان ایک باصفا صوفی اور پاکباز عارف اور صاحب نظر ولی تھے اور ان کا طریق تصوف، مسلک درویشی اور مشرب عرفان و معرفت تھا۔"

اسی طرح غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی تعلیمات بھی تصوف وعرفان کی آئینہ دار ہیں۔ آپ ایک عظیم صوفی اور سلسلہ نوربخشیہ کے موسس ہیں۔ آپ نے اصول وفروع دین کے موضوعات پر قلم اٹھایا اور شیعہ اور سنی مسالک کے درمیان پائے جانے والے اختلافات کو ختم کر کے مسلمہ مسائل کا انتخاب کیا اور یوں ایک ایسے دبستان فقہ کی بنیاد رکھی جو صحیح معنوں میں اتحاد بین المسلمین کا آئینہ دار تھا۔ ان کے پیروکار اہل صوفیہ نوربخشیہ آج بھی اسی مسلک پر عمل پیرا ہیں۔ لیکن ان واضح اور روشن حقائق کے باوجود بھی بہت سے لوگ سطحی مشاہدے اور سنی سنائی باتوں پر اعتبار کرتے ہوئے اور حق تحقیق ادا نہ کرتے ہوئے آج بھی اہل صوفیہ نوربخشیہ کو اہل سنت یا اہل تشیع کی ایک شاخ ثابت کرنے کی کوشش کرتے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ ماضی قریب میں سید ذاکر حسین صاحب ممبر اسلامی نظریاتی کونسل نے روزنامہ جنگ میں ایک مضمون "بلتستان میں سات دن" کے عنوان سے شائع کرایا ہے جس میں موصوف نے اہل نوربخشیہ کو اہل تشیع کی ایک شاخ قرار دیا ہے جو سراسر صاحب مضمون کی غلط فہمی اور سطحی مشاہدے کا آئینہ دار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ ایک دبستان فقہ کے بانی تھے جو دو بڑے اسلامی فرقوں یعنی شیعہ اور سنی کے درمیان ایک راہ اعتدال کا تعین کرتا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں۔

"سید محمد نوربخش نے اہل سنت اور اہل تشیع کے درمیان ایک اعتدال کی راہ پیدا کر کے دونوں فرقوں کو نزدیک ترلانے کی سعی کی ہے۔"

جہاں تک مبلغ ثالث میر شمس الدین محمد عراقی بت شکن کا تعلق ہے آپ ایک پکے اور سچے نوربخشی تھے۔ آپ غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کے پسر نامدار حضرت شاہ قاسم فیض بخش کے خلیفہ تھے۔ عراقی کا راسخ العقیدہ نوربخشی ہونا ان کے شدید ترین دشمن مرزا حیدر دوغلت کاشغری کے بیان سے بھی ثابت ہوتا ہے جو یوں رقمطراز ہے۔

"کشمیر اور بلتستان میں نوربخشی مذہب کو میر شمس الدین عراقی ہی نے پھیلایا۔" لہذا جو لوگ میر عراقی کو شیعہ قرار دیتے ہیں وہ غلطی پر ہیں آپ کی سوانح حیات پر مشتمل مشہور کتاب "تحفۃ الاحباب" کے مطالعے سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ نوربخشی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔

انیسویں صدی کے اواخر تک بلتستان میں ہر خاص وعام کا دین دین اسلام اور مذہب صوفیہ نوربخشیہ تھا۔ ان حقائق کا مفصل تذکرہ اخوند سلطان علی بلغاری مرحوم کی مشہور تصنیف "بوق بوق نامہ" میں موجود ہے جو اس موضوع پر ایک انسائیکلوپیڈیا کی سی حیثیت رکھتا ہے۔

بیسویں صدی کے آغاز میں بلتستان میں نوربخشیہ کو زوال شروع ہوا اور دیگر مسالک اسلام کی اشاعت شروع ہوئی۔ چنانچہ اہل سنت والجماعت کے اولین مبلغ ملا پشاوری بارہویں صدی ہجری میں بلتستان تشریف لائے اور کثیر تعداد میں لوگ آپ کے پیروکار بن گئے۔ بلتستان میں شیعہ مذہب کی اشاعت کا آغاز ۱۹۲۹ء میں ہوا۔ آغا سید محمد عباس مرحوم شیعہ مکتب فکر کے اولین مبلغ تھے۔ لیکن اہل تشیع کے پیروکاروں کی تعداد میں زیادہ اضافہ آغا سید علی کریمی مرحوم کے تشیع کے بعد ہوا جو پیر نوربخشیہ سید محمد شاہ مرحوم کے بھائی اور اہم عالم دین تھے۔

اس مرحلے پر عام قارئین کے ذہن میں مذہب صوفیہ (نوربخشیہ) کے متعلق یہ سوال پیدا ہونا قدرتی امر ہے کہ اسلا کے اندر سنی اور شیعہ مذاہب کے بیچ یہ تیسرا فرقہ کہاں سے آیا۔ اس سلسلے میں حال ہی میں ایک مشہور انگریزی جریدے میں چھپنے والے سابق امریکی صدر نکسن کا درج ذیل بیان خاصا دلچسپ ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"عام لوگوں کا خیال ہے کہ اسلام کے اندر صرف دو فرقے ہیں یعنی سنی اور شیعہ لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اسلام کے اندر سنی اور شیعہ عقائد کے ماننے والوں کے علاوہ ایک اور طبقہ بھی ہے جو اپنے آپ کو اہل تصوف یا صوفی المذہب کہتے ہیں۔ ان کا نہ سنی سے تعلق ہے اور نہ ہی اہل تشیع کے مذہب

ہے ۔ یہ لوگ اعتدال پسند ہیں اور صرف اللہ کی عبادت سے ان کو غرض ہے۔

بلتستان کے علاوہ مذہب صوفیہ کی نشانیاں اب بھی دنیا کے مختلف ممالک میں پائی جاتی ہیں مثلاً وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں میں بہت سے مقامات پر خانقاہیں موجود ہیں جن پر خانقاہ صوفیہ اور خانقاہ امیر کبیر کے الفاظ جلی حروف میں رقم ہیں بھارتی مقبوضہ کشمیر میں خانقاہیں اور تصوف کے پیروکار موجود ہیں ۔ اس کے علاوہ ایران ، عرب ممالک اور ترکیہ میں بھی مذہب صوفیہ کے پیروکار پائے جاتے ہیں ۔ یورپ کے اندر موجودہ بلغاریہ کے لوگ کسی زمانے میں سو فیصد مسلمان ہوا کرتے تھے جن میں ایک گروہ اہل تصوف کا بھی تھا ۔ یہ لوگ ایک مخصوص علاقے "صوفیہ" میں آباد تھے ۔ صوفیہ موجودہ بلغاریہ کا دارالحکومت ہے مگر زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے جہاں اہل یورپ نے اسلام کو مکھن سے بال کی طرح نکال کر باہر کر دیا وہاں ان کی نشانیاں بھی معدوم کر دیں ۔ آج بلغاریہ میں صرف نو فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے۔

لیکن یہ بات قابل فخر ہے کہ اہل تصوف کی وسیع المشربی اور امن و محبت کی ابتدائی تعلیمات کے باعث بلتستان میں آج بھی شیعہ سنی اور صوفیہ نوربخشیہ ایک خاندان کی طرح امن اور محبت کے ماحول میں رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے عبادت خانوں میں بلا جھجک عبادت کرتے ہیں ۔ تینوں مسالک کے علماء اتحاد بین المسلمین کے علمبردار سمجھے جاتے ہیں۔

قارئین کے خطوط

مئی کا شمارہ دیکھ کر بے انتہا خوشی ہوئی خاص کر غازی محمد نعیم کا مضمون بہت پسند آیا۔ آئندہ شمارے میں یہ خط شامل کریں۔

عباس انصاری دم سی بونجی

رسالہ نوائے صوفیہ کا مطالعہ میری روحانی غذا ہے اللہ اس تبلیغی سلسلے کو تاقیامت باقی رکھے ۔ سو روپے بطور عطیہ ارسال ہیں۔

محمد بشیر پشاور

مسلک نوربخشیہ کی تشہیر اور ترقی میں ذرائع ابلاغ کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے رسالے کا چندہ مدت پوری ہونے سے پہلے ہی ارسال کر دیا ہے ۔ رسالے کی ترسیل جاری رکھیں۔

فدا علی مجلوی سول ہسپتال خپلو

ماہنامہ نوائے صوفیہ کے مستقل خریدار اور نمائندگان توجہ فرمائیں

١ ۔ مستقل خریدار حضرات آئندہ خط و کتابت میں اور خصوصاً منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا مکمل پتہ اور خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں ۔ خریداری نمبر نہ لکھنے کے باعث ریکارڈ کو چیک کرنا انتہائی طویل اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

٢ ۔ جن مستقل خریداروں کو دو رسالے موصول ہو رہے ہوں یا ان کا پتہ تبدیل ہوا ہو وہ ہمیں اس سے مطلع فرمائیں

٣ ۔ کچھ مستقل خریداروں کی جانب سے رسالہ نہ ملنے کی شکایات موصول ہوتی ہے ۔ اس سلسلے میں آگاہ کیا جاتا ہے کہ ادارہ کی جانب سے ہر مستقل خریدار کو ہر ماہ رسالہ بھیجا جاتا ہے ۔ اگر نہ ملے تو ڈاک کے متعلقہ حکام سے رجوع فرمائیں۔

٤ ۔ تمام مستقل خریداروں کے خریداری نمبر پتے کے ساتھ تحریر ہیں ۔ اس نمبر کو ذہن نشین کر کے آئندہ خط و کتابت میں اسی کا حوالہ دیا جائے۔

٥ ۔ نمائندہ حضرات سے گزارش ہے کہ بقایا جات جمع کرتے وقت مستقل خریداروں سے ان کا خریداری نمبر پوچھ کر تحریر فرمائیں ۔ ساتھ ہی نئے اور پرانے خریداروں کی الگ الگ فہرست ارسال فرمائیں۔

٦ ۔ نئے خریدار بننے کے خواہشمند منی آرڈر کوپن پر نئے خریدار ہونے کا تذکرہ کریں اور مکمل پتہ بھی تحریر فرمائیں۔

٧ ۔ جن مستقل خریداروں کا سالانہ چندہ ختم ہو گیا ہے انہیں ریمائنڈر جاری کر دیا گیا ہے اگر کسی نے سالانہ چندہ پہلے ہی جمع کروا دیا ہے تو اس ریمائنڈر کو منسوخ سمجھا جائے ۔ اس سلسلے میں ہمارے نمائندے سے یا براہ راست ادارہ نوائے صوفیہ کو مطلع فرمائیں ۔ یہاں بھی اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولئے۔

آپ کے مسائل اور ان کا حل

(شریعت محمدیہ کی روشنی میں)

ابو العرفان علامہ محمد بشیر

اس عنوان کے تحت ادارے کے نام بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔ سوال پوچھنے والوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا نام واضح طور پر لکھ دیں۔ بعض حضرات اپنا نام س۔ ص۔ م وغیرہ کے اشارے کی شکل میں لکھتے ہیں۔ ایسے حضرات کے سوالات تشنہ جواب رکھے جائیں گے۔ ان کو چاہیئے کہ اپنے نام اور پتے کی پوری وضاحت کریں۔ اشارے میں بہت سے ناموں کا احتمال ہو سکتا ہے۔

اس شمارے کے لئے جن سوالات کا انتخاب کیا گیا ہے ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

سوال نمبر ۱۔ ایک آدمی نے اپنی جوان بیٹی کی مرضی معلوم کئے بغیر اس کو کسی لڑکے کے عقد زوجیت میں پرونے کا فیصلہ کیا حالانکہ بیٹی کسی اور کے ساتھ ازدواجی زندگی بسر کرنے کا فیصلہ کر چکی ہو تو یہاں پر کیا حکم ہوگا؟

سائل ملک سجاد حسین براہوی ڈگری کالج سکردو

سوال نمبر ۲۔ کیا حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانا جائز ہے؟

سوال نمبر ۳۔ کیا ننگے سر نماز پڑھنا درست ہے؟

سائل محمد ابراہیم تبسم حسین آبادی
معرفت ایف پی یو ۱۲۵ این ایل آئی بٹالین
ہیڈ کوارٹر کمپنی شمار نمبر ۵۹۷

سوال نمبر ۴۔ مطلقہ عورت کو اگر دوبارہ اپنی رفیقہ حیات بنانا چاہے تو کیا کرنا پڑتا ہے؟

سائل غلام محمد خان سرموی
منظور کالونی کراچی

سوال نمبر ۵۔ کیا سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے؟

سائل حمید حسین طالب علم چھوٹو گرونگ سرموں

سوال نمبر ۶۔ کیا ولی کی اجازت کے بغیر لڑکی کا نکاح جائز ہے؟

سائل محمد حسین قادری ایل ایل بی سال آخر
گورنمنٹ اسلامیہ لا کالج کراچی

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

اگر کوئی باپ اپنی جوان بیٹی کو اس کی مرضی کے خلاف کسی شخص کے نکاح میں دے چکا ہو تو وہ نکاح شرعاً بطلان پر مبنی ہے کیونکہ جوان بیٹی کی مرضی کے بغیر کسی کے ساتھ اس کا کوئی نکاح شریعت محمدیہ کی رو سے منعقد ہی نہیں ہو سکتا لہٰذا شرعاً جوان بیٹی کی اپنی مرضی اور چاہت کے مطابق نکاح درست ہوگا۔ یہاں باپ یہاں باپ کی مرضی نہیں چلے گی۔

جواب نمبر ۲۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

حالت جنابت بچے کو دودھ پلانے کی راہ میں شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ لہٰذا حالت جنابت میں بھی ماں بچے کو دودھ پلا سکتی ہے۔ خواہ ماں اپنا دودھ پلائے یا بوتل کے ذریعے دودھ پلائے، دونوں صورتیں شرعاً جائز ہونے میں برابر ہیں۔ گویا حالت جنابت میں خود کھانا کھا لینا، دوسروں کو کھلانا اور کھانا تیار کرنے کی کارروائی سب شرعاً درست ہیں۔

جواب نمبر ۳۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

ٹوپی کا استعمال کرنا نماز کی شرائط یا واجبات وغیرہ میں شامل نہیں ہے۔ لہٰذا ننگے سر نماز کی بجا آوری از روئے شرع محمدی بالکل جائز ہے۔ ہاں مردوں کے لئے پگڑی کا استعمال حالت نماز

کے لئے بہتر صورت ہے۔ یہاں تک کہ پگڑی کو حالت نماز میں کھل جانے کی صورت میں باندھنے کی گنجائش شرعاً موجود ہے۔ اسی سے پتہ چلتا ہے کہ ٹوپی کا استعمال کرنا بھی افضل صورت ضرور ہے۔

جواب نمبر ۴۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر مطلقہ عورت طلاق رجعیہ میں ہو تو شوہر کی طرف سے طلاق سے رجوع کرنا کافی ہے۔ رجوع کی وجہ سے طلاق منسوخ ہو جاتی ہے اور عورت شرعاً اس کی حسب سابق بیوی بن جاتی ہے۔

اگر مطلقہ عورت عدت بائنہ میں ہو یا طلاق رجعی کی صورت میں بھی عدت گزر چکی ہو تو دونوں صورتوں میں تجدید نکاح کی صورت میں اس کو اپنی بیوی بنایا جا سکتا ہے۔ گویا یہاں پر از سر نو نکاح خوانی کا مرحلہ طے کرنا پڑتا ہے۔ شرعاً یہی حکم ہے۔

جواب نمبر ۵۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

بموجب شریعت محمدیہ الفقہ الاحوط کی رو سے سیدہ کا نکاح غیر سید سے جائز ہے۔ اہل اسلام میں اس کی بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔

جواب نمبر ۶۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

اگر لڑکی نابالغہ ہو تو اس کا نکاح ولی کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہوگا۔ اس صورت میں باپ ولی مجبر بن جاتا ہے۔ وہ اپنی مرضی سے اپنی کمسن لڑکی کا کسی کے ساتھ نکاح کا مرحلہ طے کر سکتا ہے۔ تاہم بالغہ ہونے پر لڑکی کو خیار بلوغ شرعاً حاصل ہوتا ہے۔

اگر لڑکی بالغہ ہو عاقلہ ہو تو وہ اپنے نفس کی خود سرپرستی کر سکتی ہے۔ باپ اس کا ولی مجبر نہیں بن سکتا۔ لہذا یہاں پر ولی اجازت کی شرعاً قطعاً ضرورت نہیں ہے۔ اخلاقی تقاضا اور چیز ہے اور شرعاً جواز کا مسئلہ اور چیز۔ شریعت محمدیہ میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

توقع ہے کہ سائلین حضرات اپنے سوالات کے جوابات سے اطمینان کا سانس لے سکیں گے۔

بقیہ۔ شیخ نجم الدین کبریٰ

مادہ تاریخ

یافت از حق چو جنت الاکبر
نجم دین میر عابد کبریٰ
گفت سرور بسال ترحیلش
نجم دین پیر زاہد کبریٰ

مقدمہ اقرب الطرق ص ۹۵

مفتی غلام سرور لاہوری

شیخ کبریٰ جناب نجم الدین
پیر عالی مقام ولی والا
گفت سرور بسال ترحیلش
نجم دین پیر زاہد کبریٰ

خزینۃ الاصفیاء ۲۰۹

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

بقیہ۔ مسائل اہل بیت

عملاً و خلقاً) بالکل پاک و صاف رکھے۔

(ترجمہ از تفسیر بیان القرآن)

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ "غرض کہ لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں ایک ازواج اور دوسرے عترت۔ خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے اور کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی ہو سکتا ہے۔"

(تفسیر بیان القرآن ج ۹ ص ۳۸)

بغوی نے لکھا ہے کہ زید بن ارقم سے دریافت کیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت کون تھے؟ فرمایا علیؓ، عقیلؓ اور عباسؓ کی اولاد۔

(تفسیر مظہری اردو جلد دہم ص ۳۲۲)

لیکن ان اختلافات کا ارتفاع اسی مضمون کا حصہ ہے۔ مطالعہ سے روشنی ملتی جائے گی۔

سابق و مسبوق کا مسئلہ

مولانا غلام حسن نوربخش فاضل عربی، ایم۔اے

نماز باجماعت دین اسلام کی ایک عظیم الشان عبادت ہے جس کی اقوام عالم اور ادیان عالم میں نظیر نہیں ملتی۔ بزرگان صوفیہ نوربخشیہ نے نماز باجماعت پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ بزرگان نوربخشیہ کی تعلیمات کے مطابق سلسلہ نوربخشیہ سے سچی لگاؤ رکھنے والے ہر جگہ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں پیروکاران نوربخشیہ کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔

سابق و مسبوق کا مسئلہ نماز باجماعت کی ادائیگی کے دوران پیش آنے والا ایک اہم مسئلہ ہے جو ماموم کے تاخیر سے نماز میں شریک ہونے کی صورت میں پیش آتا ہے۔ فقہی اصطلاح میں پیش امام کے ساتھ پہلی رکعت پانے والے کو سابق اور دوسری یا بعد کی رکعتوں میں شامل ہونے والے کو مسبوق کہا جاتا ہے۔ انہی دو اصطلاحات کی طرح بالترتیب لاحق اور ملحوق کے الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس مسئلے کے بیچ بزرگان نوربخشیہ کا حکم کیا ہے۔ اہل صوفیہ نوربخشیہ اپنے فقہی مسائل کے حل کے لئے مجموعہ شریعت محمدیہ کما کانت فی زمانہ پر مشتمل عظیم فقہی کتاب الفقہ الاحوط پر عمل پیرا ہیں جو شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ جناب خواجہ اسحاق ختلانی کے پیرو مرید جناب غوث المتاخرین سید العارفین شاہ سید محمد نوربخش قہستانی نور اللہ مرقدہ کی تصنیف ہے۔ نیز فقہی مسائل کی ذیل میں اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لئے بانی مسلمانی در کشمیر و بلتستان شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے فرمودات بھی لائق صد احترام ہیں۔ نیز ان کے بعد آنے والے صاحب علم پیران طریقت کے فرمودات بھی لائق تکریم ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسئلہ مذکور کی تشریح مجموعہ شریعت محمدیہ کی فارسی شرح "سراج الاسلام" میں صراحت کے ساتھ موجود ہے جس کے مؤلف جناب میر مختار اخیار رحمۃ اللہ علیہ سلسلہ ذہب کے عظیم صوفی تھے۔ سراج الاسلام کے علاوہ "رسالہ امامیہ" کے قلمی اور چھاپی نسخوں میں بھی یہ مسئلہ بیان ہوا ہے۔ کتاب "سراج الاسلام" میں اس مسئلے کو حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی ایک کتاب "خلاصۃ الایمان" سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ کتاب ہمیں حال ہی میں دستیاب ہوئی ہے۔

شرح الفقہ الاحوط کتاب "سراج الاسلام" کے باب "والجماعۃ" صفحہ نمبر ۳۲ پر یہ مسئلہ یوں مندرج نظر آتا ہے۔

در کتاب خلاصۃ الایمان آوردہ باب الاقتداء حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانیا فرمود اقتدای مقتدیان باین چہار قسم اقتدا نام زد فرمودہ ست مقتدیان ہم بہ چہار نوع لاحق (۱) و ملحوق (۲) و (۳) سابق و (۴) مسبوق بس مذکور مسبوق در کتاب فقۃ الاحوط مجتہدیان سید محمد نوربخش علیہ الرحمۃ ذکر فرمودہ ست اما حکم لاحق چنین است از ابتدای نیت تا رکوع رکعت اول دریابند مقتدی مانند متہم صلوٰۃ بکند ہیچ اشکالے و حکم دیگر ندارد و اما حکم ملحوق (۲) انیست کہ از ابتدای فاتحہ رکعت دو یمین تا رکوع دریابند بعد از سمع اللہ و سجدتین ہمہ امام تشہد بخواند بعد ازاں مقتدی بہمراہ امام برخاستہ آن دو رکعت آخرین فاتحہ مفرد بخواند ہمہ امام تشہد ہم بخواند بعد از سلام و اون امام آن مقتدی سلام ندادہ بر خیزد و رکعت چہارم آن مقتدی ملحوق تام بعد از فاتحہ ہم سورہ کہ خواندہ و رکوع و سجدتین بکند در قعود آمدہ یک درود خواندہ دعائے تشہد ناخواندہ سلام دہد و حکم سابق ہمیں است کہ از ابتدای فاتحہ رکعت سیومین یا تا رکوع سیومین دریابند ہمہ انتقالاتش ہمہ امام بکند بعد از فاتحہ ہر سورہ میسر او باشد بخواند در رکعت دویمش نیز بعد از فاتحہ سورہ کہ واپس ترین سورہا از سورہ اولین خواند بعد ازان قنوت خواند و

رکوع و سجدتین بکند و بقعود آمده دعائے تشہد خواند سلام دہد و حکم مسبوق این است و اگر یافت ماموم رکوع امام را یعنی درحالتیکه امام در رکوع بود ماموم رسید و اقتدا کرد مانند کسی است که یافت امام را در تمام رکعت و آن رکعت محسوب است۔

سراج الاسلام میں مندرج طریقہ آسان لفظوں میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ لاحق یعنی پہلی رکعت میں شامل ہونے والا نماز امام کے ساتھ مکمل کرے گا۔

۲۔ ملحوق یعنی دوسری رکعت میں شامل ہونے والا امام کی پوری پیروی کرتا جائے گا۔ امام نماز ختم کرے تو ملحوق کھڑا ہو کر چھوٹ جانے والی رکعت (فاتحہ مع سورۃ) پڑھے گا تشہد میں صرف درود شریف پڑھ کر سلام پھیرے گا۔

۳۔ سابق یعنی تیسری رکعت میں شامل ہونے والا امام کی پوری پیروی کرے گا۔ امام کے سلام دیکھنے کے بعد سابق کھڑا ہو کر پہلے چھوٹ جانے والی پہلی رکعت (فاتحہ مع سورۃ) پھر دوسری رکعت (فاتحہ مع سورہ و قنوت) پڑھ کر نماز مکمل کرے گا۔

۴۔ مسبوق یعنی چوتھی رکعت میں شامل ہونے والا امام کی پوری اقتدا کرے گا۔ امام کے سلام دیکھنے کے بعد چھوٹ جانے والی پہلی (فاتحہ مع سورۃ) دوسری (فاتحہ مع سورہ و قنوت) اور تیسری (سورہ فاتحہ) رکعتیں پڑھ کر نماز مکمل کرے گا۔

چنانچہ اس صورت میں امام کی پوری پوری اقتداء ہوتی ہے۔ یوں جماعت نہیں ٹوٹتی اور نماز میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں ہوتا صرف ترتیب برقرار نہیں رہتی جو جماعت کی بنا پر معاف ہے۔

فی زمانہ اہل نوربخشیہ میں اپنے دینی مسائل سے عدم واقفیت کی بنا پر ایک اور صورت مقبول ہوتی جا رہی ہے۔ جس سے نماز اور جماعت دونوں کی صحت متاثر ہو جاتی ہے۔ اس طریقے میں درج ذیل دشواریاں ہیں۔

۱۔ دوسری رکعت میں شامل ہونے والے یعنی ملحوق کو ہر رکعت میں تشہد میں بیٹھنا پڑتا ہے جس کے نتیجے میں ایک تو وہ امام کی اقتدا سے نکل جاتا ہے دوسرے چار رکعت کی نماز میں دو کی بجائے چار تشہد دو زائد تشہد وقوع پذیر ہو جاتے ہیں۔

۲۔ چوتھی رکعت میں شامل ہونے والے یعنی مسبوق کو ایک تشہد زائد بیٹھنا پڑتا ہے۔

۳۔ امام کے آخری دونوں رکعتوں میں صرف فاتحہ پڑھنا ہوتا ہے جبکہ ملحوق، سابق اور مسبوق فاتحہ کے برق رفتاری کے ساتھ سورہ و قنوت بھی پڑھنے کا پابند ہوتا ہے اور ساتھ ہی قعدہ خفیفہ بھی۔ اس طرح وہ بڑی تیزی اور افراتفری کے ساتھ امام کا پیچھا کرتا ہے پھر بھی عام طور پر فاتحہ کا کچھ حصہ اور سورہ و قنوت پڑھنے نہیں پاتا کہ امام رکوع کرتا ہے۔ یوں اس قدر افراتفری کے باوجود قراءت ادھوری رہ جاتی ہے اور مقتدی کے چاروں رکعت میں صرف فاتحہ کی قراءت ہوتی ہے۔

۴۔ مقتدی کو اپنی ہر دوسری رکعت میں ذاتی تشہد کے لئے بیٹھنا ہوتا ہے حالانکہ امام تشہد کے بجائے قیام کرتا ہے۔ یوں امام کے خلاف اس فعل سے جماعت خود بخود ٹوٹ جاتی ہے۔

جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ شرح الفقہ الاحوط کتاب سراج الاسلام میں مندرج صورت ہمارا عمل قدیم ہے اس صورت میں نماز میں کوئی کمی ہوتی ہے نہ زیادتی ہے۔ آدمی پوری یکسوئی اور طمانیت کے ساتھ نماز پڑھ لیتا ہے صرف ترتیب متاثر ہوتی ہے جو جماعت کی وجہ سے متاثر ہونے کی وجہ سے روا ہے۔ جبکہ مذکورہ بالا دوسری صورت سراج الاسلام کے خلاف ہے اس کی رو سے نماز میں اضافہ ہی نہیں ہوتا بلکہ قراءت وغیرہ کی کمی بھی ہوتی ہے۔ افراتفری اور جلد بازی کی وجہ سے نماز کی سورتیں اور تسبیحات مکمل نہیں پڑھی جا سکتیں ساتھ امام کی اقتدا بھی نہیں ہوتی ہے۔ یوں نماز اور جماعت کی صحت متاثر ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ اہل اسلام کے بیچ مختلف فقہی مکاتب فکر موجود ہیں۔ ہر مکتب فکر کے پیروکار اپنی اپنی فقہی کتابوں میں مندرج احکام کے مطابق عبادات اور اعمال کی بجاآوری کرتے ہیں اور اسی کو درست سمجھتے ہیں۔ اہل صوفیہ نوربخشیہ بھی ایک ممتاز فقہی دبستان سے تعلق رکھتے ہیں جس کے فقہا کرام سلسلہ الذہب الصوفیہ کے عظیم صوفیائے کرام ہیں اور اس فقہی دبستان کی جامع ترین فقہی تصنیف الفقہ الاحوط کی صورت میں موجود ہے جس میں شریعت محمدیہ کو بغیر کسی کمی یا زیادتی کے خود شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کے مطابق بیان کرنے کا مبنی برحق دعویٰ کیا گیا ہے۔ کتاب سراج الاسلام فقہ احوط کی تشریح ہے اس لئے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو اس کے مطابق اپنے فقہی معاملات پر غور کرنا چاہیے۔ دیگر فقہی مکاتب فکر کے ہاں اگر اس سے جداگانہ احکامات ملتے ہیں تو ان مکاتب فکر کے ماننے

باقی صفحہ نمبر پ

مستقل خریداروں کی فہرست ماہ اپریل ۱۹۹۷ء

۶۶۹ - غلام رسول ثاقب سریکی
روم ۱۰۱ ہاسٹل نمبر ۱
گورنمنٹ ڈگری کالج ایسٹ آباد

۶۷۰ - نثار حسین طالب علم
معرفت مدرسہ شاہ ہمدان
سٹلائٹ ٹاؤن سکردو

۶۷۱ - غلام محمد سفیر آڈیٹر
محلہ و ڈاکخانہ حسن آباد
چھوربٹ ضلع گانچھے بلتستان

۶۷۲ - عبدالعزیز ڈسپنسر
محلہ میکرپی ڈاکخانہ خپلو
ضلع گانچھے بلتستان

۶۷۳ - مولانا عبدالرحیم کرخی
مدرس خپلو چھی
ضلع گانچھے بلتستان

۶۷۴ - محمد الیاس ڈرائیور
گمبہ بتھونگ ڈاکخانہ خپلو
ضلع گانچھے بلتستان

۶۷۵ - شیر علی صاحب مدرس
سلنگ گوند ڈاکخانہ سلنگ
ضلع گانچھے بلتستان

۶۷۸ - روزی محمد صاحب ٹیچر
چھوار چھوربٹ ضلع گانچھے
بلتستان

B - ۶۷۹ - محمد چو مدرس
پرائمری سکول یوچنگ
ڈاکخانہ خپلو ضلع گانچھے
بلتستان

B - ۶۸۰ - محمد علی کونسل سیکشن
مکان نمبر ۲ گلی نمبر ۳
سفارتخانہ قازقستان
ایف - ۸ - ۱۳ اسلام آباد

B - ۶۷۶ منشی عبدالرحمان صاحب ADK
AC آفس خپلو ضلع گانچھے
بلتستان ناردرن ایریا

677 منیر احمد LDC
بی - آر ڈویژن - PWD
ڈاک خانہ خپلو
ضلع گانچھے بلتستان

679-B
اخوند محمد حسن صاحب مدرس
ایف جی ہائی اسکول خپلو
ضلع گانچھے بلتستان

680-B
غلام حیدر صاحب مدرس
پرائمری اسکول مرضی گوند
ڈاکخانہ محلو گانچھے بلتستان

681-B
اخوند علی حسن صاحب کلرک
موضع و ڈاکخانہ حسن آباد
چھوربٹ ضلع گانچھے بلتستان

ڈاکٹر محمد اسماعیل ذبیح صاحب
ڈینٹل سرجن سول ہسپتال خپلو
ڈاکخانہ خپلو ضلع گانچھے بلتستان

۶۸۹ - غلام علی نوری
ڈاکخانہ تھگس ضلع گانچھے بلتستان

۶۹۰ - لانس نائیک محمد تقی عاشق
محلہ ہلدی ڈاکخانہ تھگس

مستقل خریداروں کی فہرست مئی ۱۹۹۷ء

۶۸۱ - اعجاز احمد کوروی
معرفت محمد حسین آزاد
لیبارٹری ٹیکنیشن ڈسٹرکٹ ہسپتال
سکردو بلتستان

۶۸۲ - غلام مہدی شاہین مدرس
پرائمری اسکول کھوسو میک
ڈاکخانہ تھلے ضلع گانچھے بلتستان

۶۸۳ - رستم علی صاحب نواشہر
نیا محلہ مکان نمبر ۲۰۷
ڈاکخانہ نواشہر ایبٹ آباد

۶۸۴ - محمد اشرف کوروی نواشہر
مکان نمبر ۲۰۷ نیا محلہ
ڈاکخانہ نواشہر ایبٹ آباد

۶۸۵ - یگو غلام مہدی صاحب
دکاندار ہائی اسکول خپلو روڈ
خپلو ضلع گانچھے بلتستان

۶۸۶ - مکتبہ شباب الاسلامی
غواڑی، ڈاکخانہ غواڑی سکردو بلتستان

۶۸۷ - محمد بشیر براہوی
۱۵ - قافلہ روڈ ہتکال پایاں
یونیورسٹی روڈ پشاور

۶۸۸ - محمد انور ولد محمد ابراہیم
سرموں محلہ گونپو ڈاکخانہ سرموں

فہرست خریداران ماہ جون ۱۹۹۷ء

۶۹۱ - نور علی ولد ماسٹر حسن
ڈاکخانہ و تحصیل ڈوغنی حیدرآباد
ضلع گانچھے بلتستان

۶۹۲ - غلام حسن شگری
زرعی ترقیاتی بینک علی آباد ہنزہ گلگت

۶۹۳ - سپاہی عبدالکریم سکساوی
۸ - این ایل آئی بٹالین
H Q COY C/O FPU-8

۶۹۴ - ممتاز حسین سینوی
ایگریکلچر یونیورسٹی راولاکوٹ
پونچھ آزاد کشمیر

۶۹۵ - اختر حسین بی - ایس آنرز
فرسٹ پروفیشنل ایگریکلچر یونیورسٹی
راولاکوٹ پونچھ آزاد کشمیر

۶۹۶ - سپاہی رستم علی کھرکوی
ماسٹر پلاٹون ہیڈکوارٹر کمپنی
10 NLI C/O FPU 17

۶۹۷ - عبدالرحمن صاحب
ڈینٹل اسسٹنٹ محلہ ہنڈیلی
ڈاکخانہ خپلو ضلع گانچھے بلتستان

۶۹۸ - فدا حسن صاحب
اے - ایس - آئی سول سپلائی ڈپو
خپلو ضلع گانچھے بلتستان

دنیائے تصوف کی خبریں

بی-ایچ- معروفی

نی نوائے صوفیہ کے اعزاز میں پارٹی

ماہنامہ نوائے صوفیہ کے بانی ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی
آمد کے موقع پر ضلع گگھے کی انتظامیہ نے ڈاکٹر صاحب کے
از میں ایک شاندار استقبالیہ پارٹی کا اہتمام کیا جس کے
کام وانصرام کی ذمہ داری کاروان ادب شیلو کے سپرد ہوئی تھی
کی تقریب میں ڈپٹی کمشنر گگھے جناب خان بہادر، سپرنٹنڈنٹ
لیس، ایجوکیشن آفیسر جناب حاجی سلیم صاحب، پرنسپل انٹر کالج
شیلو جناب ملک جعفر صاحب، چیئرمین ڈسٹرکٹ کونسل جناب
مد یوسف صاحب و ضلع گگھے کے تمام دیگر اعلیٰ افسران کے
اوہ مقامی سرکردگان اور دانشوروں کی کثیر تعداد نے شرکت کی
تقریب ریسٹ ہاؤس شیلو کی کانفرنس ہال میں منعقد ہوئی،
ں کی صدارت جناب خان بہادر صاحب ڈپٹی کمشنر گگھے فرما

ے تھے جبکہ مہمان خصوصی کی نشست پر خود ڈاکٹر صاحب جلوہ
وز تھے۔ کاروان ادب شیلو کے سکریٹری جناب غلام حسن حسنی
احب اور جناب مولانا محمد عباس اختر صاحب امیر تنظیم اہل
بیت اسلامی شیلو اس تقریب کے روح رواں تھے۔ دونوں
ب ذوق نے اس موقع پر ایک ادبی نشست اور مشاعرے کا
اہتمام کر رکھا تھا۔ حسنی صاحب نے سٹیج سکریٹری کے
فرائض سنبھال رکھے تھے۔ عمدہ ادبی ذوق رکھنے والے لیکن
ویش صفت اور ملنسار حسنی نے ابتدا سے ہی اپنے خوبصورت
البدیہہ اشعار کے شرکائے اجلاس کو محظوظ کرنا شروع کیا۔ اور
وان ادب کے صدر جناب حاجی محمد سلیم صاحب ایجوکیشن
سر گگھے سے ڈاکٹر غازی محمد نعیم کے خاندانی اور تعلیمی پس
ر اور علمی وادبی خدمات کا تعارف پیش کرنے کی درخواست کی
انہوں نے کمال خوبی سے نبھایا۔ جناب حاجی محمد سلیم
ب نے کہا کہ ڈاکٹر غازی علاقہ شیلو کے قابل فخر فرزند ہیں۔

زمانہ طالب علمی میں بھی وہ اس علاقے کے پہلے طالبعلم تھے جس نے میٹرک کے امتحان میں پنجاب بھر میں اول پوزیشن حاصل کر کے گولڈ میڈل حاصل کیا۔ بعد ازاں میڈیکل کی تعلیم کے ساتھ ساتھ فارسی اور چینی زبانوں میں مہارت حاصل کی اور ساتھ ہی پنجاب یونیورسٹی سے ادبیات میں ایم اے کیا اور یونیورسٹی میں دوم رہے۔ زمانے طالبعلمی میں ہی انہوں نے نوائے صوفیہ کا اجرا کیا جو ابو العرفان علامہ محمد بشیر صاحب کی زیر ادارت بحسن وخوبی شائع ہو رہا ہے اور پاکستان سے باہر بھی اہل علم میں مقبول ہے

اس کے بعد جناب مولانا محمد اختر عباس صاحب نے ڈاکٹر غازی صاحب کے لئے خصوصی طور پر عربی اور اردو میں لکھی ہوئی اپنی استقبالیہ نظم پیش کی۔ جناب غلام حسن حسنی نے اپنے اردو اور بلتی کلام سے سامعین کو محظوظ کیا اور بہت داد پائی۔ اس کے علاوہ جناب ذاکر حسین اور دیگر شعرا نے بھی اردو اور بلتی میں اپنا کلام پیش کیا۔

اختتامی منزل کی طرف گامزن ہوتے ہوئے مہمان خصوصی ڈاکٹر غازی محمد نعیم سے بھی اظہار خیال اور کلام کی فرمائش کی گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے عجز و نیاز کا اظہار کرتے ہوئے کہ شیلو کے عمائدین کا یہ استقبال ان کے لئے صد عز و شرف کا باعث ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ ایک کم علم اور گنہگار انسان ہیں اور ان کی اس تقریب میں جتنی تعریف و توصیف ہوئی ہے وہ دوستوں اور احباب کی محبت اور حسن ظن کا نتیجہ ہے۔ بعد ازاں ڈاکٹر صاحب نے وطن سے محبت اور مذہب انسانیت پر

عمل پیرا ہونے کی اہمیت پر زور دیا اور تقریر کے بعد اپنے کلام کی بھی داد پائی۔

آخر میں صدر جلسہ جناب خان بہادر صاحب نے کہا کہ ضلعی انتظامیہ فروغ علم و ادب کے لئے کوشاں ہے۔ انہوں نے ڈاکٹر غازی کی خدمات کو خراج تحسین پیش کیا۔

ادب و شعر کی اس خوبصورت نشست کے بعد پرتکلف چائے کا بھی اہتمام تھا جس کے دوران شرکا۔ خوش گپیوں میں مصروف رہے۔ شام ڈھل رہی تھی راقم نے شرکائے تقریب سے ایک گروپ فوٹو کے لئے ریسٹ ہاؤس کے خوبصورت لان میں اکٹھا ہونے کی درخواست کی اور اس یادگار واقعے کو کیمرے کی آنکھ میں محفوظ کیا۔

غلام حسن نور بخش
صدر کاروان ادب گانچھے

بانی نوائے صوفیہ کا مدرسہ شاہ ہمدان میں استقبال

مؤرخہ ۵ جولائی ۱۹۹۷ء کو بانی نوائے صوفیہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کی سکردو آمد کے موقع پر سکردو کے عمائدین اور مدرسہ شاہ ہمدان کی انتظامیہ نے ان کے اعزاز میں ایک استقبالیہ پارٹی کا اہتمام کیا۔ یہ استقبالی جلسہ صوفیہ کی روایت کے مطابق مسجد شاہ ہمدان میں منعقد ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بروز جمعہ فخر تصوف جناب الحاج اخوند محمد ابراہیم صاحب کے ہمراہ خپلو سے سکردو پہنچے تو انہوں نے سکردو کے عظیم الشان نو تعمیر خانقاہ نوربخشیہ میں نماز جمعہ ادا کی۔ سکردو کی نو تعمیر خانقاہ نوربخشیہ دور جدید اہل صوفیہ نوربخشیہ کی سطوت دینی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ایسی تعمیرات بقول حکیم الامت نقش لافانی کا درجہ رکھتی ہیں۔

ہے مگر اس نقش کو عیش بقائے دوام
جس کو کیا ہو کسی مرد خدا نے تمام

بعد نماز مدرسہ شاہ ہمدان میں ایک جلسہ کا انعقاد ہوا جس میں ڈاکٹر غازی محمد نعیم مہمان خصوصی اور سجاد حسین بلغاری صاحب صدر جلسہ تھے۔ جبکہ حاضرین میں نوربخشی عوام اور مدرسہ شاہ ہمدان کے طلباء کی ایک کثیر تعداد کے علاوہ جناب الحاج فقیر محمد ابراہیم صاحب، الحاج صوفی غلام محمد صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا محمد عارف صاحب، جناب دولت علی صاحب مہتمم مدرسہ شاہ ہمدان، جناب ڈاکٹر نیاز علی صاحب آئی سرجن، کے علاوہ دیگر معززین اور اہم سرکاری آفیسران شامل تھے۔ جلسے سے مدرسہ طالب علموں اور مہتمم مدرسہ شاہ ہمدان جناب دولت علی کے علاوہ جناب الحاج اخوند محمد ابراہیم صاحب، صدر جلسہ سجاد حسین بلغاری صاحب اور مہمان خصوصی ڈاکٹر غازی محمد نعیم صاحب اور ایران سے تشریف لائے ہوئے ایک عالم دین نے بھی خطاب فرمایا۔ بعد ازاں پرتکلف چائے پیش کی گئی۔ جناب الحاج اخوند محمد ابراہیم صاحب اور معلم مدرسہ شاہ ہمدان جناب مولانا محمد عارف نے دیگر معززین کے ہمراہ ڈاکٹر غازی محمد نعیم کو مدرسہ کی نو تعمیر عمارت کا معائنہ بھی کروایا اور مستقبل کے پروگراموں سے آگاہ کیا۔

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کورو فرول یونٹ کا قیام

۹ جون ۱۹۹۷ کو کورو فرول کے نوربخشی جوانوں کے ایک اہم اجلاس میں مرکزی یونٹ خپلو کی اجازت سے این وائی ایف کی ایک برانچ قائم کی گئی۔ جس کے عہدیداران کے نام یہ ہیں۔

مولانا غلام محمد سالک۔ صدر
فدا حسین نعیم۔ سینئر نائب صدر
محمد اسماعیل تقدوم۔ نائب صدر
محمد قاسم تقدوم۔ جنرل سکریٹری
غلام عباس۔ ڈپٹی جنرل سکریٹری
غلام مہدی۔ سکریٹری نشرواشاعت
اخوند سلیمان۔ فنانس سکریٹری
فدا علی۔ آفس سکریٹری
فدا حسین تقدوم۔ رابطہ سکریٹری
محمد ابراہیم۔ محاسل
عبداللہ آزاد۔ ناظم اجلاس
شمشیر علی۔ جوائنٹ سکریٹری

محمد قاسم تقدوم

NYF کورو فرول یونٹ کا تعزیتی اجلاس

مؤرخہ ۲۷ جون کو تنظیم کے سرگرم کارکن انور علی تقدوم کی والدہ محترمہ کی اچانک وفات پر اظہار تعزیت کے لئے ایک تعزیتی اجلاس کا انعقاد ہوا جس میں مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اور لواحقین کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا گیا۔

محمد قاسم تقدوم سکریٹری

کرنل غلام حیدر کی حج بیت اللہ سے واپسی

کرنل غلام حیدر کی فریضہ حج کے بعد کراچی واپسی پر لیگل کمیٹی کی جانب سے قائد اعظم انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر شاندار استقبال کیا گیا۔ کراچی میں مقیم نوربخشیہ تنظیموں کے عہدہ داروں اور عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور کرنل صاحب کو پھولوں کے ہار پہنائے اور گاڑیوں کے جلوس میں یہ قافلہ چیرمین صاحب کی رہائش گاہ پر پہنچا۔

اگلے روز محمود آباد میں ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں تلاوت اور نعت رسول مقبول کے بعد عبدالکریم رسوں نے کرنل صاحب کو سعادت حج کی مبارکباد پیش کی۔ جناب سید انور علی نے اپنے مختصر خطاب میں اتفاق و اتحاد کی اہمیت پر زور دیا۔ حاجی کرنل غلام حیدر صاحب نے کمیٹی کے عہدیداروں، نوربخشی تنظیموں اور نوربخشی عوام کا شکریہ ادا کیا انہوں نے اپنی تقریر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مولائے متقیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور شہید کربلا حضرت امام حسین علیہ السلام کی مبارک سیرت کو مشعل راہ بنانے پر زور دیا۔ آخر میں خطیب جامع مسجد نوربخشیہ محمود آباد کراچی جناب اخوند عبدالحلیم نوربخشی نے دعائے خیر کی اور سانحہ منیٰ میں جاں بحق ہونے والوں کے لئے دعائے فاتحہ پڑھی۔

محمد حسن دلشاد سیکرٹری



لیگل کمیٹی (نوربخشیہ) کراچی کے چیرمین کرنل (ریٹائرڈ) غلام حیدر کی حج بیت اللہ سے واپسی پر دیئے گئے استقبالیہ میں کرنل صاحب (درمیان میں) کی ٹھیکیدار غلام حسن صاحب (دائیں جانب) اور مولانا عبدالحلیم صاحب (بائیں جانب) کے ہمراہ تصویر۔

بقدانگ میں چراغ صوفیہ کا قیام

بقدانگ لداخ کے اہل صوفیہ نوربخشیہ نے ایک کمیٹی چراغ صوفیہ نوربخشیہ کے نام سے تشکیل دی ہے۔ اس کمیٹی کا مقصد دین حقہ کی تعمیر و ترقی اور اصلاح احوال ہے۔ کمیٹی کے عہدیداروں کے نام درج ذیل ہیں۔

غلام محمد۔ صدر
علی ابوپا۔ نائب صدر
عبدالرحمان گونس۔ چیرمین
احمد شاہ۔ نائب چیرمین
غلام محمد ارزو۔ خزانچی
غلام حسن بلبل۔ نائب خزانچی
غلام محمد مغربا۔ سیکرٹری
غلام حسین۔ جوائنٹ سیکرٹری

غلام محمد ارزو خزانچی
چراغ صوفیہ نوربخشیہ بقدانگ انڈیا

این وائی ایف گلاب پور شگر کے سالانہ انتخابات

نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن گلاب پور شگر کے سالانہ انتخابات کے موقع پر ایک جلسہ عام کا انعقاد ہوا جس میں سیکڑوں لوگوں نے شرکت کی۔ جلسے میں مقررین نے نوائے صوفیہ کی کارکردگی کو سراہا اور ادارے کے اراکین کو خراج تحسین پیش کیا۔ ساتھ ہی فرقہ واریت کو ہوا دینے والے بعض عناصر کے مذموم کردار پر افسوس کا اظہار کیا گیا کیونکہ اہل نوربخشیہ اور این وائی ایف کے جملہ اراکین مذہبی رواداری پر یقین رکھتے ہیں۔ اس موقع پر علاقہ شگر کے تمام نوربخشیوں کی جانب سے لداخ، کارگل، نوبراہ اور بقدانگ میں مقیم اہل صوفیہ نوربخشیہ کو سلام عقیدت پیش کیا گیا اور سید مرتضیٰ صاحب کے مساعی جمیلہ کی تعریف کی گئی۔ نو منتخب کابینہ کے اراکین کے نام یہ ہیں۔

جناب حاجی غلام۔ اخوند مہدی سلیمانی۔ علی خان۔ فدا حسین۔ اکبر جاوید۔ صفا حسین ظہیر۔ احسان علی۔ محمد حسنین۔ محمد نثار محمد یسین۔ نور محمد نوری۔ محمد یوسف۔ محمد خان۔ ولایت علی۔

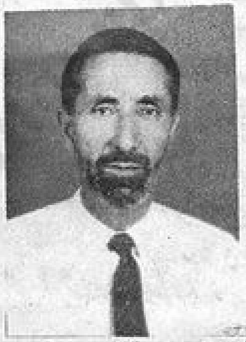
اکبر جاوید ابدالی
جنرل سکریٹری این وائی ایف گلاب پور

تنظیم اتحاد بلتستان کویت پر ایک نظر

بلتستان کی مختلف وادیوں سے تعلق رکھنے والے تقریباً سات سو بلتی اس وقت کویت میں بسلسلہ روزگار مقیم ہیں۔ ان بلتیوں کو روزگار دلانے میں شیخ غلام حسن مہدی آبادی اور ان کے معاون شیخ غلام حسین نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ شروع میں جب تعداد کم تھی تو مسائل بھی محدود تھے مگر تعداد میں اضافہ کے ساتھ ساتھ مسائل بھی بڑھتے گئے۔ چنانچہ بلتیوں کے چند سرکردگان نے متفقہ طور ایک تنظیم کے قیام کا فیصلہ کیا اور ستمبر ۱۹۹۶ میں اس کا نام تنظیم اتحاد بلتستان کویت تجویز ہوا نمایاں قائدین میں حاجی محمد حسن سرمیکی۔ جناب اخوند مشتاق صاحب۔ جناب غلام عباس کریسی۔ جناب حاجی حسین اور جناب حاجی واجد علی صاحب سلینگ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ تنظیم اتحاد بلتستان کویت کے جنرل سیکرٹری حاجی حسن صاحب نے حال ہی میں وزیر اعظم پاکستان سے بھی رابطہ قائم کیا ہے اور انشاء اللہ مستقبل قریب میں یہ تنظیم بلتیوں کے مسائل کے حل میں ایک فعال کردار ادا کرے گا۔



محمد جابر براہوی۔ صدر



الحاج محمد حسن سرمیکی جنرل سکریٹری

حاجی محمد صادق ملک کی پاکستان آمد

انجمن احیائے صوفیہ نوربخشیہ کویت کے صدر جناب حاجی محمد صادق ملک جو عرصہ بیس سال سے کویت میں مقیم ہیں مؤرخہ ۸ جولائی کو اسلام آباد پہنچے تو احباب نے ان کا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ حاجی محمد صادق صاحب نے جو انجمن احیائے صوفیہ نوربخشیہ کویت کے صدر ہونے کے علاوہ ماہنامہ نوائے صوفیہ کے سرگرم کارکن بھی ہیں، نوائے صوفیہ کے چیف آرگنائزر جی۔ایچ معروفی سے اسلام آباد میں ملاقات کر کے تبادلہ خیالات کیا اور نوائے صوفیہ کی کارکردگی پر اظہار اطمینان کیا۔ انہوں نے کویت کے مستقل خریداروں کے بعض مسائل سے بھی آگاہ کیا اور رسالے کا معیار مزید بہتر بنانے کے لئے کئی قیمتی مشورے بھی دیئے۔

حاجی صاحب نے نمائندہ نوائے صوفیہ سے گفتگو کرتے ہوئے بتایا کہ وہ اتحاد ملت نوربخشیہ اور اتحاد بین المسلمین کے جذبے سے سرشار ہو کر بین الاقوامی طور پر ایک مرکزی انجمن کے قیام کے سلسلے میں ایک جامع منصوبہ تیار کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں کیونکہ ایک مستحکم مرکزیت کی عدم موجودگی کی وجہ سے دنیا کے مختلف ممالک میں بسنے والے اہل نوربخشیہ بہت سے مسائل کا شکار ہیں جنہیں حل کرنا وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ قومی وحدت میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔ حاجی صاحب جو انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نوربخشیہ سرمیک کے بانی اور سرپرست بھی ہیں، اپنے مشن کی کامیابی کے سلسلے میں پرامید نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے دورہ بلتستان کے دوران وہاں کی نمایاں مذہبی، سیاسی اور سماجی شخصیات سے ملاقات کر کے انہیں اس منصوبے پر عملدرآمد کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کریں گے اور صلاح مشورہ کریں گے۔ ادارہ نوائے صوفیہ احیائے دین کے سلسلے میں حاجی صاحب کی مساعی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔

جی۔ایچ معروفی

اظہار تشکر

ٹریفک کے حادثے میں مجھے چوٹ لگنے کی خبر پر جن احباب نے تشویش کا اظہار کیا میں ان سب حضرات کا نوائے صوفیہ کی وساطت سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

(علامہ) محمد بشیر اسلام آباد

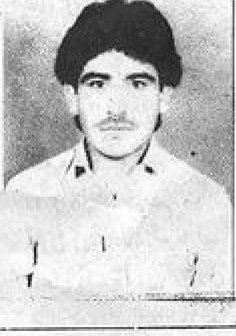
حاجی غلام نبی شاہین کی پاکستان آمد

سعودی عرب میں ماہنامہ نوائے صوفیہ کے نمائندے حاجی غلام نبی شاہین صاحب نجی دورے پر پاکستان تشریف لائے ہیں ۔ وہ اسلام آباد میں مختصر قیام کے بعد خپلو روانہ ہوگئے ہیں ۔ اسلام آباد میں نمائندہ نوائے صوفیہ سے بات چیت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ نوائے صوفیہ آج کل ترقی اور عروج کے مراحل طے کر رہا ہے جس سے اہل مسلک کے حوصلے بلند ہوئے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ سعودی عرب کے اہل صوفیہ نوربخشیہ اس رسالہ کی عدم دستیابی پر رنجیدہ خاطر ہیں ۔ تاہم اس کی مسلسل اشاعت اور بین الاقوامی معیار کا حامل جریدہ بننے پر بارہا خوشی کے آنسو بہا چکے ہیں ۔ انہوں نے کہا کہ یہ رسالہ اپنوں اور غیروں میں یکساں مقبول ہے جو کارکنوں کی ایک بڑی کامیابی ہے ۔

تنظیم ریاض الاولیاء کے کارکن کی وفات

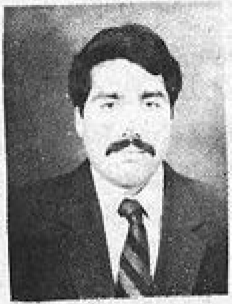
تنظیم مذکور کے مخلص نوجوان کارکن شکور علی تبسم مختصر سی علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے ۔ ان کی نماز جنازہ میں عوام کی کثیر تعداد نے شرکت کی ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے ۔

صدر تنظیم ریاض الاولیاء



گلاب پور شگر کے حالات پر ایک نظر

شگر بلتستان کی قدیم اور خوبصورت ترین وادی ہے ۔ یہاں شاہ ہمدان امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی روشنی پھیلائی تھی ۔ شگر کے اکثر مقامات پر عظیم خانقاہیں اور مساجد اب بھی ماضی کی عظمت کا ثبوت پیش کر رہی ہیں ۔ تاہم ماضی قریب میں ایک دور یہاں کے اہل صوفیہ نوربخشیہ کے لئے بہت کٹھن ثابت ہوا ۔ راسخ العقیدہ اہل تصوف نے اپنا دین اور عقیدہ مستحکم رکھا اور آج اللہ کے فضل سے آج اس علاقے میں تصوف کو روز افزوں فروغ حاصل ہو رہا ہے ۔ اس وقت گلاب پور میں سید نواز حسین اور مفتی علی محمد ہادی جیسے جید علمائے دین موجود ہیں جنہوں نے اہل صوفیہ نوربخشیہ کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کیا ہے ۔ ماسٹر عبدالرحمن صاحب جو امام مسجد ہیں ان کا بھی اس ملت پر بڑا احسان ہے ۔ نیز نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن شگر بھی دین حقہ کی ترقی اور ترویج کے لئے شب و روز کوشاں ہے



ہادی علی تمنا نیو شگر

انتقال پر ملال

معروف سماجی کارکن محمد ولد حاجی سودے علی طویل علالت کے بعد شوکت خانم کینسر ہسپتال لاہور میں ۲۵ جون کو انتقال کر گئے ۔ مرحوم کے جسد خاکی کو جامع صوفیہ نوربخشیہ لاہور میں تجہیز و تکفین کے بعد ان کے آبائی گاؤں تھلے لے جایا گیا مرحوم پاور سٹیشن تھلے میں مشین آپریٹر کی حیثیت سے خدمات سر انجام دے رہے تھے ۔ عوام نے NAPWD کے حکام سے توقع ظاہر کی ہے کہ وہ مرحوم کے پسماندگان کے ساتھ واجبات کی ادائیگی کے سلسلے میں تعاون کریں گے ۔ ادارہ نوائے صوفیہ کے اراکین بھی مرحوم کے سوگواروں کے ساتھ تعزیت کرتے ہیں ۔

غلام مہدی تصوفی اسلام آباد

انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت کی کارگزاری

ہم جملہ اراکین انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت تمام پیروکاران مسلک نوربخشیہ کا بالعموم اور مختلف محاذوں پر پاک سرزمین کی حفاظت پر مامور فوجی جوانوں کا بالخصوص شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ لوگوں نے ہمیشہ اپنے پرخلوص تعاون سے مقدس اداروں کی تعمیر و ترقی میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ ہمیں اس حقیقت کے اظہار میں کوئی باک نہیں ہے کہ جہاں جوانان نوربخشیہ نے ہر وقت ہماری پکار پر لبیک کہا ہے وہاں ہم نے بھی آپ لوگوں کی عطیات کو رائیگان جانے نہیں دیا۔ ہم نے جو ترقیاتی کام کر کے دکھایا ہے اسے ہر شخص اپنے چشم بینا سے دیکھ سکتا ہے۔ گلگت میں انجمن ہذا کی طرف سے انجام دیئے جانے والے ترقیاتی کاموں کی فہرست درج ذیل ہے۔

۱۔ پانی کی تکلیف دور کرنے کے لئے ایک اور ہیڈ ٹینکی بنائی گئی ہے جس پر ستر ہزار روپے خرچ ہوئے۔

۲۔ موٹر کے لئے دس ہزار روپے خرچ کر کے ایک کمرہ بنایا گیا۔

۳۔ دریا کا پانی گرمیوں میں گدلا ہو جاتا ہے اور سردیوں میں ناپاک۔ اس لئے دریا کے کنارے دریا کے پانی کی کم از کم سطح سے بھی نیچے تک کھود کر ایک زیر زمین ٹینکی بنائی گئی ہے۔ جو دریا کی سطح سے پانچ فٹ اونچی ہے۔ اس پر تقریباً تیس ہزار روپے خرچ آئے ہیں۔

۴۔ ساٹھ ہزار روپے کی لاگت سے ایک مردہ خانہ، تین غسل خانے اور چار لیٹرین بنائے گئے ہیں۔

۵۔ پانچ لاکھ روپے کی لاگت سے دو عدد رہائشی سیٹ آر سی سی بنائے گئے ہیں۔

۶۔ جوٹیال میں عیدگاہ کے لئے آٹھ کنال رقبہ انجمن ہذا کو الاٹ ہو چکا ہے جس کی چار دیواری اور سطح کو ہموار کرنے کے کام پر تقریباً ساٹھ ہزار روپے خرچ کئے گئے ہیں۔

۷۔ تین عدد دکانیں تعمیر کر لی گئیں ہیں جن پر تیس ہزار روپے خرچ ہوئے ہیں۔

۸۔ ایک مسافر خانہ اور سٹور تعمیر کئے گئے ہیں جس پر تیس ہزار خرچ ہوئے ہیں۔

انجمن قبرستان کے لئے پندرہ کنال کا رقبہ حاصل کرنے کی کوشش میں بھی مصروف ہے جس میں کامیابی کی امید ہے اور جملہ مؤمنین سے التماس دعا بھی ہے۔ سال رواں میں جوٹیال والے پلاٹ پر مسافر خانہ اور مسجد کی تعمیر اور کونوداس میں قبرستان کے لئے زمین الاٹ ہونے کی صورت میں اس کی چاردیواری مکمل کرنے کا منصوبہ ہے۔ نیز کونوداس والے پلاٹ پر مزید فیملی کوارٹرز کی تعمیر کا پروگرام بھی ہے۔ اتنے سارے تعمیراتی کاموں کے مکمل کر لینے کی وجہ سے انجمن ہذا مقروض ہو چکی ہے۔ اس قرض کو چکانے اور آئندہ کے ترقیاتی کاموں کی تکمیل کے لئے سرمایہ درکار ہے جس کیلئے اراکین انجمن جملہ اہل نوربخشیہ سے تعاون کے طلب گار ہیں۔ اور استدعا کرتے ہیں کہ حتی الامکان اور حسب توفیق چندہ پہنچا کر ثواب دارین حاصل کریں۔

الداعی الی الخیر
قاری شکور علی انور
نگران اعلیٰ انجمن صوفیہ نوربخشیہ گلگت
پتہ۔ شاہ ہمدان جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ کونوداس گلگت

مدرسہ شاہ ہمدان سکردو میں محفل عید غدیر

مؤرخہ ۱۸ ذی الحجہ بمطابق ۲۶ اپریل ۱۹۹۷ء کو مسجد شاہ ہمدان سکردو میں عید غدیر کی محفل عقیدت و احترام کے ساتھ منائی گئی۔ آغاز میں محمد شریف انصاری نے نعت رسول پیش کی اس کے بعد سلسلہ تقاریر شروع ہوا۔ محسن علی نے مولا علی کے فضائل بیان کئے۔ غلام حسن شاہ نے حضرت علی علیہ السلام کی شجاعت اور بے مثال اسلامی خدمات کا تذکرہ کیا۔ استاد محترم جناب محمد عیسیٰ نے حضرت علی علیہ السلام کے علمی مقام پر روشنی ڈالی اور حدیث پاک انا مدینۃ العلم و علی بابھا کی تشریح کی۔ مولانا محمد عارف حسین صاحب نے اپنی تقریر میں رسول پاک کے اس ارشاد کی وضاحت کی کہ میرے اور علی کی مثال موسیٰ اور ہارون کی جیسی ہے۔ اس کے بعد صدر مدرس مولانا محمد ابراہیم فیضی صاحب نے خطاب کرتے ہوئے ن و القلم و ما یسطرون کی تشریح کی دعوت ذوالعشیرہ کے احوال سے سامعین کو آگاہ کیا۔

آخر میں دعائیہ کلمات کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

غلام حسن شاہ
سیکریٹری جنرل بزم ادب



غلام محمد غازی　　　محمد انور تھلوی

یکم جون ۱۹۹۷ء

جناب ایڈیٹر صاحب نوائے صوفیہ اسلام آباد

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ کا ماہنامہ یہاں کئی حضرات کے نام جاری ہو چکا ہے مگر بد قسمتی سے ہم تاحال اس سے مستفید نہ ہو سکے۔ جیسا کہ آپ سن چکے ہیں کہ یہاں لداخ، کرگل اور دراس میں اہل صوفیہ نوربخشیہ کی کافی آبادی موجود ہے مگر تعلیم یافتہ لوگ کم ہیں۔ اس وجہ سے ہماری آبادی جو ماضی میں اسی فیصد تھی اب بیس فیصد رہ گئی ہے۔ اگر کوئی اچھا تعلیم یافتہ مذہبی پیشوا یہاں آسکے تو بہتری کی توقع ہے۔ نیز یہ بھی التجا ہے کہ ہمارے چند لڑکوں کو وہاں کے دینی مدرسے میں تعلیم دلانے کا بندوبست کریں۔ اس سلسلے میں طریق کار کی مکمل تفصیل لکھیں۔ نوائے صوفیہ میرے نام بھی جاری فرمائیں۔

شمشیر علی صوفی ٹھیکیدار
لیہ لداخ

جناب ایڈیٹر صاحب

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ارسال کردہ مئی کا نوائے صوفیہ پڑھنا نصیب ہوا۔ آپ کا نہایت شکر گزار ہوں۔ بندہ ہر مہینے نوائے صوفیہ کا انتظار کرتا ہوں۔ مہربانی فرما کر مجھے نظر انداز نہ کریں۔ میری دعا ہے کہ نوائے صوفیہ روز بروز ترقی کرے۔ کچھ سوالات کے جواب مطلوب ہیں مولانا محمد بشیر صاحب سے عرض ہے کہ ان کے جواب ارسال فرمائیں۔ میری طرف سے تمام کارکنوں اور مذہب صوفیہ کے جوانوں، بزرگوں اور بہن بھائیوں کی خدمت میں میری طرف سے اور میرے بیٹے صدام حسین کا سلام۔ جاوید ابدالی شگر والے کو خصوصی سلام۔

غلام محمد صوفی
لیہ

کافی عرصہ بعد رسالہ پڑھنا نصیب ہوا۔ اس کے مضامین دلچسپ اور معیاری ہیں اور ہمارے دوست احباب کو بھی بہت پسند آیا۔

غلام حیدر اور علی موسیٰ
محمد شریف، علی خان،

برادران عزیز

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ امید ہے آپ صاحبان بخیر وعافیت ہوں گے۔ ڈاکٹر صاحب کی کتاب چھپنے کی اطلاع ملی۔ آپ حضرات کو مبارک ہو۔ آپ لوگ سعودیہ میں مقیم حضرات کی حوصلہ افزائی کے لئے کچھ ان کا تذکرہ بھی نوائے صوفیہ میں کیا کریں۔ آپ لوگ اپنے ذاتی مسائل کے باوجود اہل درد کے لئے جو قربانی دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا صلہ دے گا۔ ہم سب کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ سب لڑکوں کی طرف سے مجلس ادارت کے تمام اراکین کو سلام۔

دعاگو (انجینئر) محمد یوسف
سعودی عرب

نوائے صوفیہ کو پہلی بار خط لکھ رہے ہیں۔ نوائے صوفیہ کی بدولت جو ایک معیاری رسالہ ہے روزمرہ کے مسائل سے آگاہی حاصل ہو رہی ہے۔ ہم بھی مستقل خریدار بننا چاہتے ہیں۔

عبدالرحمن محلہ کشوا سکردو
حسن علی و محمد حسین کریس پا

نوائے صوفیہ پڑھ کر روحانی خوشی حاصل ہوتی ہے۔ یہ رسالہ موجودہ دور میں پیش آنے والے شرعی مسائل کا بہترین حل پیش کرتا ہے۔ دعا ہے کہ یہ شمع ہمیشہ فروزاں رہے۔ میرے نام دس عدد رسالے ارسال کیا کریں۔

غلام نبی نورانی تھگس خیابازار مشہ بروم

نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں اور رسالہ اول تا آخر حرف بہ حرف پڑھنے کا عادی ہوں۔ رسالہ بزرگان سلف کی دینی خدمات سے دور جدید کے لوگوں کو بہرہ ور کرنے میں اہم معاون ہے۔

محمد باقر سریکی

نوائے صوفیہ کا شمارہ نمبر ۳۵ پڑھنے کو ملا آپ کے مسائل اور ان کا حل دلچسپ سلسلہ مضامین ہے جسے ہم شوق سے پڑھتے ہیں۔

محسن علی محمد حسین، احسان علی جعفر علی، بشارت حسن
زاہد علی، سخاوت حسین ہائی اسکول ڈوغونی

نوائے صوفیہ میرا پسندیدہ رسالہ ہے۔ اس کے تمام مضامین معیاری اور وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہیں۔ یہ ملت نوربخشیہ کا واحد ترجمان ہے۔

یعقوب علی خان سکساوی

آپ لوگوں نے شبانہ روز کی محنت سے نوائے صوفیہ کو بین الاقوامی رسالہ بنانے اور ملک کے گوشے گوشے تک پہنچانے کا جو اہتمام کیا ہے وہ قابل ستائش ہے۔ اللہ تعالیٰ اس تبلیغی جریدہ کو ہمیشہ قائم رکھے۔

محمد ابراہیم تبسم حسین آبادی
این ایل آئی ہیڈ کوارٹر

ماہ جون کا شمارہ ملا۔ علامہ صاحب کی صحت یابی کی اطلاع سے تسلی ہوئی۔ معروفی صاحب نے ڈاکٹر غازی محمد نعیم کے ٹی وی انٹرویو کو رسالے میں خوبصورت انداز سے پیش کیا ہے۔ واقعی ڈاکٹر صاحب کا انٹرویو ملت نوربخشیہ کی تشہیر اور عالمگیر تعارف کے سلسلے میں معاون ثابت ہوگا۔ اور ملت حقہ کے لئے ڈاکٹر صاحب کی کاوشوں کو مستقبل کا مؤرخ سنہری حروف سے لکھے گا۔

کرنل غلام حیدر کراچی

ناچیز نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ میرے دو تین خط نوائے صوفیہ میں شائع ہونے سے رہ گئے۔ نوائے صوفیہ ہم دینی مدارس کے طالبعلموں کے لئے ایک استاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

غلام حسین دانش غورسیوی
متعلم مدرسہ شاہ ہمدان سکردو

نوائے صوفیہ ملت اسلامیہ کے لئے تجاذب باہمی کا وسیلہ ثابت ہو رہا ہے۔ یہ رسالہ پاکستان کے علاوہ بیرونی ممالک میں بھی مقبول ہے۔ لہٰذا بھائیوں کے خطوط پڑھ کر مسرت ہوتی ہے۔

محمد الیاس ایڈوکیٹ سکردو

سالانہ چندہ ارسال کرنے کے باوجود رسالہ نہیں پہنچا
ساری قوم کی امیدیں نوائے صوفیہ ہی سے وابستہ ہیں اور سب کی نظریں اسی رسالے پر لگی ہوئی ہیں۔

غلام حسن علی آباد

نوائے صوفیہ کے مطالعے سے ہمارے علم میں اضافہ ہوا یہ معیاری رسالہ تمام دنیائے اسلام میں مشہور ہو رہا ہے۔

ملک جی ایم زاہد چھوربٹ

علامہ صاحب کی صحت یابی کی خبر سے اطمینان ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ تندرست رکھے۔

اعجاز حیدر محلوی خپلو

نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار ہوں۔ اٹھارہ ہزار فیٹ کی بلندی پر ہم اس پسندیدہ رسالے کو برف پوش پہاڑوں میں پڑھتے ہیں تو دل کو سکون اور خوشی ملتی ہے۔ اس رسالے کو ہر مسلک کے لوگ شوق سے پڑھتے ہیں۔

حامد علی گلتری

نوائے صوفیہ باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ رسالے کا چندہ ارسال کر رہا ہوں۔

حوالدار غلام حسن نوری

نوائے صوفیہ نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی مرکزی لائبریری سے خرید کر پڑھتا تھا اب اس کے مضامین کو پڑھ کر مستقل خریدار بننے کا شوق پیدا ہوا ہے۔

شبیر حسین مشاہر کراچی

ریمائنڈر ملتے ہی سالانہ چندہ مبلغ ایک سو پچاس روپے صدیقی صاحب نمائندہ نوائے صوفیہ سکردو کے پاس جمع کرا دیا ہے۔ میرا عزم ہے کہ اپنا پیٹ کاٹ کر بھی نوائے صوفیہ کا خریدار بنا رہوں گا۔ ڈاکٹر غازی صاحب کا اداریہ تفکر و تذکر پسند ہے وہ جدید سائنسی دور میں پیدا ہونے والے مسائل کو قرآن و حدیث کی روشنی میں حل کر کے لوگوں کی ذہنی کشمکش دور کرنے کی کامیاب کوشش کرتے ہیں۔ فقہی مسائل سے بھی تمام اہل نوربخشیہ مستفید ہو رہے ہیں۔

محمد اسحاق سلتروی کھلاتوق اولڈنگ

The Monthly

NAWA-I-SUFIA

Islamabad
Reg. No.B/1-D-97

